ناول ایجنسی لاہور کے ناولوں کے سلسلہ میں نمبر ہفتم

# جادوگر

انگلستان کے جادو بیان ناول نویس مسٹر رینالڈس کے
دلکش ناول "نیکرومینسر" کا سلیس اردو ترجمہ

از دینا ناتھ حافظ آبادی

بابو ایشر داس مہتمم ناول ایجنسی لاہور نے

بار سوم

سنہ ۱۹۰۳ء میں

قیمت فی جلد ۱۲

اپنے حافظ آبادی پریس لاہور میں چھپایا

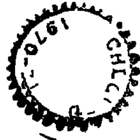
# عطریات و روغن خوشبودار

ہمارا کارخانہ عرصہ سے جاری ہے [illegible] شائقین کو ہر قسم کا مال نہایت قلیل منافع پر دیا جاتا ہے۔ شائقین پر روشن ہے کہ ہمیشہ اپنی فرمائش سے اس کارخانہ کو سرفراز فرماتے ہیں یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ لاہور عطر کے حق میں [illegible] ہے جو یہاں سے مال منگاتا ہو صاحبان [illegible] نمونہ منگا کر دوسری جگہ کے مال سے مقابلہ کریں تاکہ ہماری سچائی [illegible] اصول راستبازی ایمانداری و دیانتداری ہے ہم بڑے زور سے اطمینان دلاتے ہیں کہ اگر مقابلہ کرنے سے ہمارا مال عمدہ نہ ہو تو بلا تامل واپس کر دیں قیمت واپس کیجاوے گی۔ ایمانداری شرط ہے۔ واپسی پارسل کا محصول ذمہ خریدار ہوگا۔

## عمدہ اور کم قیمت عطریات

| نام عطر | فی تولہ | نام عطر | فی تولہ | نام عطر | فی تولہ |
|---|---|---|---|---|---|
| عطر گلاب | ۸ر | فتنہ گلابی | عہ ر | عطر آم | ۸ر |
| عطر کیوڑہ | ۸ر | عطر سہاگ | ۸ر | عطر گیندا | ۸ر |
| عطر موتیا | ۸ر | عطر عنبر | ۸ر | عطر ہارسنگھار | ۸ر |
| عطر حنا | ۸ر | عطر کرنا | ۸ر | عطر کسمہ | ۸ر |
| عطر خس | ۸ر | عطر پان | ۸ر | عطر دونا | ۸ر |
| عطر پانڑی | ۸ر | عطر کافور | ۸ر | عطر کھیرہ | ۸ر |
| عطر مولسری | ۸ر | عطر کستوری | ۸ر | عطر نارنگی | ۸ر |
| عطر چنبیلی | ۸ر | عطر بید مشک | ۸ر | عرقیات وغیرہ | |
| عطر گندہ | [illegible] | عطر سیوتی | ۸ر | | |
| عطر نارنگی | [illegible] | عطر مصالحہ | ۸ر | عرق کیوڑہ فی سیر | عہ ر |
| عطر سنترہ | [illegible] | عطر مٹی | ۸ر | عرق گلاب فی سیر | [illegible] |
| عطر حنائی | عہ ر | عطر پودینہ | ۸ر | عرق بید مشک فی من | [illegible] |
| عطر روسہ گلابی | [illegible] | عطر الائچی | ۹ر | گلقند فی من ... ... | [illegible] |

راقم کشن چند حکیم مالک [illegible] لاہور دروازہ شاہ عالمی بازار [illegible] متصل [illegible]




# دیباچہ



رینالڈس کی مقبول عالم تصانیف میں اب صرف دو چار کتابیں ایسی رہ گئی ہیں جن کا ترجمہ ابھی تک اُردو زبان میں نہیں چھپا۔ اور خاص اِس ناول Necromancer کا ترجمہ بھی اس سے قبل لکھنؤ اور لاہور میں چھپ چکا ہے۔ مگر رینالڈس کے ناولوں کے ترجمے اسقدر طویل ہیں۔ اور اسلئے اُن کی قیمتیں اسقدر زیادہ ہیں کہ ناولوں کے شوقین اُن کو خرید نہیں سکتے۔ اِس تکلیف کو رفع کرنے کے لئے میں نیکرومینسر کا ترجمہ نہیں۔ بلکہ خلاصۂ مطلب میں پیش کرتا ہوں۔ جو واقعات اور پلاٹ کے لحاظ سے اصلی ناول کا پورا آئینہ ہے۔ اور مجھے اُمید واثق ہے کہ ہر ایک صحیح المذاق شخص اسکے مطالعے سے نہ صرف محظوظ ہوگا۔ بلکہ اِس ناول کے دلچسپ واقعات سے مفید نتائج اخذ کریگا۔

**دینا ناتھ حافظ آبادی**

**۳۰ مئی ۱۹۰۳ء**

**لاہور**

# باب ــــــ ۱

## جادو کا قلعہ

ہماری کہانی سنہ ۱۵۰۱ء میں شروع ہوتی ہے اور اسکا جائے وقوع انگلستان ہے۔

رات کا وقت ہے۔ مگر چاندنی کے چھٹکنے اور تاروں کی مدھم روشنی سے یہ رات اُن خوشنما راتوں میں ایک کی طرح ہے۔ جو کبھی کبھی ماہ مارچ میں جبکہ موسم بہار کا آغاز ہوتا ہے۔ دیکھی جاتی ہیں۔ چاند کے چشمۂ فیض سے نور کی ایک نہر نکلکر بلند پہاڑیوں کی چوٹیوں اور قلعوں کے کنگروں۔ غریبوں کی جھونپڑیوں اور سطح زمین پر ایک سفید چادر کی شکل میں تبدیل ہوگئی ہے خلق خدا اس وقت میٹھی نیند میں سو رہی ہے۔ سامنے ایک بلند عمارت کی کھڑکیوں میں چاند کی شفاف کرنیں جا رہی ہیں۔ جن سے اندر کا تمام نقشہ دکھائی دے رہا ہے۔ اسکی دیواروں پر قدیم زمانہ کے رواج کے مطابق جنگ کے آلات لٹک رہے ہیں۔ کمرے کا فرش سفید و سیاہ مرد قسم کے پتھروں سے مزین ہے۔ اور جو شئے ہے بڑی خوش اسلوبی سے رکھی گئی ہے۔ مگر فرش اور دیواروں کے غبار آلود ہونے اور آلات جنگ کے زنگ خوردہ دکھائی دینے سے ہم فوراً سمجھ سکتے ہیں کہ گردش زمانہ نے یا تو اس قلعہ کے مالکوں کو حوالۂ موت کر دیا ہے۔ یا وہ اسے چھوڑ کر کسی اور ملک میں جا بسے ہیں۔ اس وقت چار اطراف عالم میں خاموشی چھائی ہوئی ہے اور ویران قلعہ جنات کی بستی سے بھی زیادہ ڈراونا معلوم دیتا ہے۔

کیا وہ دو شخص جو اس وقت کمرے میں آ رہے ہیں جنات کی نسل سے ہیں؟ نہیں۔ دیکھنے میں تو ایک مرد اور دوسری عورت دکھائی دیتی ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ اللہ کیسا خوبصورت جوان ہے؟ اسکا لانبا قد

موزوں خط وخال۔ سیاہ بڑی بڑی مونچھیں۔ اسکا سُرخ چہرہ جو اُسکے شباب کا مظہر ہے اُسے خوبصورتوں کا شہزادہ بنا دیتا ہے۔ وا ننّدا اُسکی رفیقہ بھی حُسن میں اِس سے کم نہیں۔ بلکہ اِس جنس میں اِس سے کچھ زیادہ ہی مالدار ہوگی۔ جوان اگر جوانوں میں انتخاب ہے تو حسینہ حسینوں میں فرد ہے۔ اُسکی خوبصورتی کی تعریف کرنا گویا یہہ ظاہر کرنا ہے کہ ہم اُسکے عالم افروز حُسن کو بیان سے واضح کرسکتے ہیں جو بالکل غیر ممکن امر ہے۔ ہاں اُس کے منوّر چہرہ کی طرح اسکا دل بھی پاک صاف ہے۔ اسکے ہاتھوں میں شادی کی انگوٹھی ظاہر کرتی ہے کہ وہ ابھی تک کنواری مریم کی طرح حسن وعشق کے فسانوں سے عملی طور پر ناواقف ہے۔

**جوان**۔ (بڑے مؤدبانہ لہجہ میں) "میری پیاری۔ کیا تمھیں یہاں سردی تو نہیں ہوتی؟"

**عورت**:"آپ چونکہ میرے ساتھ ہیں۔ اِسلئے اِس مکان کی شکل مجھے آپ کی گرمی محبّت کی طرح بھلی لگتی ہے۔"

یہہ کہہ کر بڑے ناز سے اُس جوان کی طرف دیکھا جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ اپنا نقد دل اُسکی نذر کرچکی ہے۔

**عاشق**:" میری پیاری کلارا۔ تمھیں معلوم ہو۔ کہ یہہ مکان کسی زمانہ میں میرے بزرگوں کا مسکن تھا۔ مگر خدا کی شان اب یہہ اُن کا مدفن ہے۔ اِس وقت اندھیرے میں میرے ساتھ یہاں آنے سے تم کہیں ڈر تو نہیں گئیں کہ ہم کہاں بھوتوں کے گھر میں آگئے ہیں؟"

جب اِس جوان نے یہہ لفظ کہے۔ تو اسکا چہرہ جو بڑا دلکش تھا آناً فاناً خوفناک بن گیا۔ اور اُسکی آنکھوں سے اِس طرح روشنی نکلنے لگی۔ گویا کہ بجلیاں گر رہی ہیں۔ کلارا نے اِس تبدیلی کو دیکھ لیا۔ اور وہ غش کھاکر ضرور گر پڑتی۔ اگر اُسکا عاشق اُسکی کمر میں ہاتھ ڈالکر اُسے مضبوط نہ پکڑ لیتا۔

جوان (چھاتی سے لگا کر) "پیاری سچ بتا - کہ اِس اضطراب کی کیا وجہ ہے"
کلارا: "نہیں نہیں - کچھ نہیں - یوں ہی میں کچھ سوچ رہی تھی"

جوان نے اِس سادہ جواب سے خوش ہو کر اسے چھاتی سے لگالیا - اور رُخساروں اور پیشانی کے بوسے پے درپے لئے - پھر دونوں عاشق معشوق کسی اور معاملہ پر گفتگو کرنے لگے - اور جوان نے آگے بڑھنے کے لئے اپنی رفیقہ کا ہاتھ پکڑ لیا -

آگے ایک زینہ تھا - اُسکے دونوں طرف سنگین بُت بطور پہرہ دار کے کھڑے ہوئے تھے - زینہ کا تمام رستہ اور بالائی منزل تاریک تھی - اس سے آگے دیوار پر چند تصویریں آویزاں تھیں - جب کلارا نے اُن پر نگاہ ڈالی تو وہ اپنی جگہہ سے اُٹھ کر اسکی طرف آتی ہوئی دکھائی دیں -

یہاں پہونچ کر اس حُسن کی دیوی کے دل میں خیال ہوا - کہ شاید اس سے ہو غائب ہوجائے - مگر جب اسے اپنے عاشق کی نورانی صورت خیال میں دکھائی دی تو اسکے شبہات کافور ہو گئے -

غرضیکہ اس قسم کے مشکوک رستوں اور کمروں سے ہوتے ہوئے کلارا کا عاشق اسے ایک کمرے میں لیگیا - جسے اس نے اندر سے بند کردیا - اسمیں ایک کھڑکی کی راہ سے روشنی آتی تھی - روشنی کی کرنیں دیوار پر پڑیں تو یہ چار رمز سُرخ روشنی سے چمکتے ہوئے کلارا کو دکھائی دیئے -

| ۴ | ۳ | ۲ | ۱ |
|---|---|---|---|
| ڈولوروزا | آرلائن | مارگرٹ | ہنڈکا |

اب کلارا اپنے آپ کو اس کمرے میں ایک بند چڑیا کی طرح بے بس پاتی تھی - اسکا دل فرطِ خوف سے غیر معمولی تیزی کے ساتھ دھڑک رہا تھا - جوان نے جو اسکی بے چینی سے خوب واقف تھا - اس سے مخاطب ہو کر کہا

"پیاری میں جانتا ہوں۔ کہ تم اِن آتشی حروف کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی ہو۔ مگر میں تمھیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ یہ ایک بالکل بے ضرر شے ہے۔ کیونکہ یہ وہ طلسم ہے جو میرے بزرگوں میں سے ایک نے بنایا تھا۔ اور جس کی بدولت ہمارا خاندان ایسا با اقبال ہے کہ کوئی دشمن ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔"

**کلارا:** "اس جواب سے میری پوری تشفی ہو گئی ہے اور میرے لئے سخت ندامت کا مقام ہے کہ میں نے شک کر کے آپ کے دل کو صدمہ پہنچایا۔"

یہ کہہ کر کلارا اپنے عاشق کے قدموں پر گر پڑی جس سے اُس جوان کے چہرے پر فتح مندی کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور اُس نے اُسے بڑی محبت سے کرسی پر بٹھا کر اس طرح کہنا شروع کیا:" میری جان۔ آپ کے روح افزا کلام سے کس طرح ممکن ہے؟ کہ مجھے تکلیف پہونچے۔ بلکہ میں بجائے خود شرمندہ ہوں کہ آپ کو اس وقت ایسے ویران مکان میں آنے کی تکلیف دی۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ ہمارے خاندان کا یہی دستور چلا آیا ہے کہ مرد اپنی آئندہ بیوی کو اس کمرے میں لاتا ہے۔ اور وہ دونوں قسم سے اپنے قول کو محکم کرتے ہیں۔ جانِ من چند روز میں جب آپ میری دائمی رفیقہ بن جاوگی تو میں آپ کو ایک دن اس تلو کی پرانی اور نئی اشیاء کی سیر کراؤں گا۔"

**کلارا:** "بہت خوب۔ میں بصد شوق آپکے مملوکہ تلو کی سیر کرونگی مگر اب تو چاند غروب ہو گیا ہے ہمیں واپس (لنڈن) چلنا چاہئے۔"

**جوان:** "بیشک۔ ہمارے یہاں زیادہ ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم یہاں سے روانہ ہوں۔ آؤ اپنے صادق قول کو قسم سے زیادہ متبرک بنائیں۔ لیجئے پہلے میں قسم کھاتا ہوں:۔

"اے میری جان سے زیادہ پیاری میں جس طاقت کو"

"افضل و برتر سمجھتا ہوں۔ میں اُسکی پاک قسم سے کہتا"
"ہوں۔ کہ میں تیرا ہوں۔ ہمیشہ تیرے حُسن کی پرستش"
"کرونگا۔ اور ہمیشہ تیرا فرمانبردار رہوں گا۔"

یہہ کہکر اُس نے اپنی پاک قسم کو کلارا کے بوسے سے اور زیادہ متبرک بنادیا۔

**کلارا:-** اے میرے واجب التعظیم عاشق۔ میں آپ کی اس قسم کو اپنی عزت افزائی کی دلیل سمجھ کر صدق دل سے اقرار کرتی ہوں کہ میں آپ کی تابعداری میں آخری دم تک ثابت قدم رہونگی۔

**جوان:-** ان الفاظ کے لئے مجھے آپ کا نہائیت شکرگذار ہونا چاہئیے مگر ازراہ عنائیت اپنے دہن مبارک سے فقط یہہ کہہ دیجئے کہ "میں جسم اور روح تمہاری نذر کرتی ہوں"۔

**کلارا:-** (صداقت مجسم ہوکر) "ہاں میرے محترم محبوب۔ میں حاضر و ناظر خدا کی قسم سے کہتی ہوں کہ میرا جسم اور روح سب تیرا ہے"۔

صداقت مجسم کلارا نے یہہ لفظ ادھر زبان سے نکالے۔ اُدھر کمرے میں ایک تاریک بادل پیدا ہوا۔ اور کلارا اُسمیں غائب ہوگئی۔ اس طلسمی کمرے میں اب جوان اکیلا رہ گیا۔ جسکا چہرہ شیطان کی طرح مکروہ اور ہولناک تھا۔ کلارا کے غائب ہوتے ہی دیوار کے چار آتشی مربعے ذیل کے پانچ مربعے بن گئے۔

| ۱۵۱۰ | ۱۵۰۰ | ۱۴۶۳ | ۱۴۰۷ | ۱۳۹۰ |
|---|---|---|---|---|
| کلارا | ڈدلوروزا | آرلائن | مارگریٹ | بنیکا |

اس وقت دیوار میں سے ایک بازو جو ہڈی کا تھا اور جس پر گوشت نہ تھا۔ نکلا۔ اس نے جوان کے ہاتھ میں ایک طلائی انگشتری دی۔ اور غائب ہوگیا۔ جوان نے اس انگوٹھی کو ایک ایسی زنجیر میں پرو دیا جسمیں چار انگوٹھیاں اس سے قبل موجود تھیں۔

اب وہ خطرناک شخص کمرے سے باہر نکل آیا۔ اسکا شادان چہرہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہے۔

# باب ــــــ ۲

## ڈورا

لارڈ گرینتھم کا مکان لنڈن سے ۲ میل کے فاصلہ پر سڑک کے کنارے واقع تھا۔ اور جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ وہ اپنی بیوی اور ایک نہایت حسین کنواری لڑکی کے ساتھ یہاں رہتا تھا۔ اس دوشیزہ کا نام ڈورا تھا۔ جب وہ بہت چھوٹی تھی تو اپنی خوش طبعی اور زندہ دلی کے لئے مشہور تھی۔ مگر پھر نہ معلوم کہ پھر کیا غم کا بادل اُسکے دل پر چھا گیا۔ کہ جب وہ ذرا جوان ہوئی تو شب و روز فسردہ رہنے لگی۔ اسکے دل کی کیفیت سوائے اسکے کسی کو بھی معلوم نہ تھی۔ اور جب اس راز کے متعلق اس سے پوچھا جاتا۔ تو وہ رو کر خاموش ہو جاتی تھی۔ اسی بے چینی کو دیکھ کر اسکے والد نے جو جزیرہ وائٹ کا باشندہ تھا اُسے لنڈن میں لارڈ گرینتھم کے پاس بھیج دیا تھا۔ کہ شائد اسکا دل لگ جائے۔

لارڈ گرینتھم کے محل کے ملحقہ باغ میں ایک دن ایک بوڑھا غم سے سر جھکائے جا رہا تھا۔ کہ ایک شخص کو سامنے سے اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر چونک پڑا۔ یہہ شخص بڑا خوش لباس تھا اور خوش رو جوان تھا۔ بوڑھے نے دو چار ہوتے ہی اُسکا دامن پکڑ لیا۔

**بوڑھا:** "آہا میں نے تم کو پہچان لیا۔ تم ہی ہو۔ جو میری لڑکی کو بھگا کر لے گئے تھے۔"

**جوان:** "بیوقوف کہیں کا۔ کچھ ہوش کر۔ اگر تو مجبور کا ہے تو یہہ لے اشرفیوں کی تھیلی جو تیری ساری عمر کے لئے کافی ہوگی۔"

بوڑھا۔ (غصہ میں) "کمبخت شیطان۔ یہہ ترغیب کس کو دیتا ہے؟ کیا میں تم سے اپنی لڑکی کی قیمت لونگا؟"

جوان لاپرواہی سے آگے بڑھنے کو تھا۔ مگر بوڑھے نے اپنے کمزور ہاتھوں میں اسکا دامن مضبوطی سے پکڑلیا۔ اور کہا میں اب تمھیں عدالت کا راستہ دکھا کر رہونگا اور تو قانون کے شکنجہ میں دیا جائیگا۔

جوان۔ "چل دور ہو میری نظر سے"

یہہ لفظ جوں ہی اس شخص کی زبان سے نکلے اسکی شکل خوفناک بن گئی۔ اور آنکھوں سے بجلیاں گرنے لگیں۔ بوڑھا اس ہیبتناک نظارہ کی تاب نہ لاکر دھم سے زمین پر گر پڑا۔ جوان نے اسکے بیہوش جسم کو بیرحمی سے ٹھوکر ماری۔ اور گھورتا ہوا چلا گیا۔

اب سورج کی کرنیں نکل چکی تھیں۔ ڈورا نے باغ کی سیر کا ارادہ کیا اتفاق سے وہ اس جگہہ آنکلی جہاں بوڑھا بیہوش پڑا تھا۔ ڈورا اس سے دیکھ کر کھڑی ہوگئی۔ اور جبکہ وہ اس بے یارومددگار کو ہوش میں لانے کی فکر میں تھی ایک معزز شخص ادہر سے گذرا۔ جسکی شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ ہنری ششم شاہ انگلستان ہے۔ اتنے میں بوڑھے کو ہوش آگیا۔ اور ڈورا۔ اور نووارد شخص کے سہارے سے وہ افتاں وخیزاں ڈوراکے گھر میں پہونچا۔ لارڈ اور لیڈی گرنتھم بھی آگئے۔ اور اس جلیل القدر شخص کو پہچان کر اسکی تعظیم میں دوزانو ہوئے۔ لارڈ گرنتھم جانتا تھا کہ بادشاہ کے آنے سے اسکی بڑی عزت افزائی ہوئی ہے۔ وہ تکلفانہ الفاظ میں اسکا شکریہ بجالانے کو تھا۔ مگر ہنری نے اسے یہہ کہہ کر روک دیا "تمھاری نیک دل لڑکی ڈورا قابل عزت ہے جو مجھے یہاں کھینچ لائی۔ جب میں نے اسے بوڑھے کی طرف متوجہ دیکھا۔ تو میرے دل میں بھی اسکی امداد کا خیال پیدا ہوا"

کچھ دیر تک تو خاموشی رہی۔ مگر اب جبکہ وہ بیچارہ ہوش میں ہے بہتر ہے کہ تم اسے ملاؤ

اُسکی سرگذشت سُنی جائے۔

بوڑھا شخص حکم کے مطابق حاضر ہوا۔ اور اُس نے دردناک لہجہ میں اپنی سرگذشت اس طرح شروع کی :۔ " صاحبان! پہلے تو میں آپ کا شکریہ بجا لاتا ہوں۔ کہ آپ نے مجھ غریب سے ہمدردی کا سلوک کیا۔ اور پھر اپنی سرگذشت شروع کرتا ہوں۔ میرا نام ماسٹر مینرز ہے۔ میرا باپ لنڈن کا ایک مشہور سوداگر تھا۔ اس نے مجھے بچپن میں ضروری تعلیم دے کر سولہ برس کی عمر میں اپنے ساتھ دوکان پر بٹھالیا۔ چار سال تک میں اُسکے زیر سایہ کام کرتا رہا۔ جبکہ خدا نے اُسے دوسری دُنیا میں بُلا لیا۔ اسکے بعد میں نے بڑی محنت سے کاروبار کو ترقی دی۔ حتےٰ کہ جب میں چالیس سال کا ہوا۔ تو میرا شمار شہر کے مشہور مالدار سوداگروں میں ہونے لگا۔ اس عمر میں مجھے شادی کا شوق چرایا۔ شادی ہوگئی اور تین سال بعد خداوند نے مجھے ایک نور چشمی سے سرفراز فرمایا جسکا نام میں نے کلارا رکھا۔ مجھے شروع ہی سے کلارا کی تربیت کا بڑا خیال تھا۔ چنانچہ جب وہ جوان ہوئی تو وہ ایک معمولی سوداگر کی لڑکی نہیں۔ بلکہ کسی بڑے امیر کی بیٹی دکھائی دیتی تھی۔ زمانہ کبھی کسی شخص سے یکساں نہیں رہتا۔ اسی سال جبکہ میں کلارا کی شادی کی فکر میں تھا۔ اسکی ماں انتقال کرگئی اور ایکماہ بعد میرے دو جہاز غرق ہوگئے۔ اس مالی مصیبت سے میں تباہ تو نہ ہوا۔ مگر غریب ہوگیا۔ اور وہ امیرانہ ٹھاٹھ نہ رکھ سکا جسکے لیئے میرا کُنبہ مشہور تھا۔

" ان ایام میں میری ایک ہمسایہ لیڈی ابراہام کے ہاں دعوت تھی جسمیں میں اور کلارا مدعو کئے گئے تھے۔ ہم دونوں ایک حوض کے کنارہ پر جو باغ کے وسط میں واقع تھا کھڑے ہوئے ایک گلدستہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کہ چشم زدن میں ایک سایہ ہمارے پاس سے گذر کر وہاں پہونچا۔ اور چند پھول اِدھر اُدھر سے جمع کرکے اُس نے ایک گلدستہ تیار کیا۔ جو کلارا کے ہاتھ میں بطور تحفہ دیا گیا۔ جب وہ ہمارے پاس آیا۔ اور ہم نے اُسکی شکل بغور دیکھی تو وہ ایک نہایت

بانکا خوش رو جوان تھا۔ ایکے سیاہ گھنگریالے بال اور آہو فریب آنکھیں سمند حُسن پر ایک تازیانہ تھیں۔ کلارا نے اس تحفہ کو بڑی خوشی سے منظور کیا۔ اور وہ دونوں باہم مختلف معاملات پر گفتگو کرتے رہے۔ اثناء گفتگو میں اجنبی جوان نے کہہ دیا کہ میرا نام لارڈ لائنل ڈینورز ہے۔ اور میں بڑا صاحب جائیداد ہوں۔ میز پر بھی کلارا اور لارڈ ڈینورز پہلو بہ پہلو بیٹھے۔

"میں دل میں اس اتفاق غیر مترقبہ پر بڑا خوش تھا۔ اس وقت جبکہ ڈینورز کلارا سے گفتگو میں مشغول تھا میں نے میزبانہ (لیڈی ابراہام) سے پوچھا۔ کہ آپ کی رائے میں آپ کا مہمان لارڈ ڈینورز کیسا آدمی ہے؟ لیڈی ابراہام نے جواب دیا کہ وہ اسقدر دولتمند ہے کہ جسکا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انگلستان میں ماسٹر لنڈنی جوہری اسکا خزانچی ہے۔ اور اس شخص کی تفویض میں کروڑوں روپیہ لارڈ ڈینورز کا امانتاً پڑا ہے۔ اس جواب سے میری تشفی ہوگئی۔ میں نے اپنی پیاری کلارا کو سچے محبوب کا حال سنایا۔ اور وہ بھی نہائیت خوش ہوئی۔ اب لائنل ڈینورز ہر روز ہمارے ہاں آنے لگا۔ آخر ایک دن اس نے کلارا سے شادی کی درخواست کی۔ کلارا اور میں آگے ہی یہہ بات چاہتے تھے مجوزہ شادی فوراً منظور کی گئی۔ اب شادی میں تین دن باقی تھے کہ مجھے خبر ملی۔ کہ میرا آخری تجارتی جہاز بھی سمندر میں غرق ہوگیا ہے۔ گو میں مالی حیثیت سے تباہ ہوگیا تھا۔ مگر مجھے لارڈ ڈینورز کی عنایات پر بڑا بھروسہ تھا۔ صبح جب میں اٹھا۔ تو اوہو ایسی روسیاہ صبح خدا دشمن کو بھی نہ دکھلائے۔ مجھے معلوم ہوا کہ کلارا اور لارڈ ڈینورز گیارہ بجے رات سے کہیں غائب ہیں۔ میری مایوسی اور کمبختی کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ میں دیوانہ وار دوڑتا ہوا۔ ماسٹر لنڈنی کے کارخانہ واقع لومبرڈ بازار میں گیا۔ لنڈنی نے میرا حال سن کر دل میں گنگنا کر کہا۔ "کیا ممکن ہے؟ کہ لارڈ ڈینورز بھی اپنے بزرگ والٹر ڈینورز کی طرح دغا باز ہو"

"میں نے اسکا کچھ مطلب نہ سمجھا۔ اور وہاں سے ڈینورز کے تینوں قلعوں میں گیا

ایک کرکے گیا۔ مگر اس روسیاہ سے ملاقات نہ ہوئی۔ اور نہ کچھ پتہ ملا۔ کہ وہ آجکل کہاں ہے؟ اتفاق سے آج صبح جب میں اس مکان کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ وہی بدبخت میری طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے اُسے جھٹ پہچان لیا۔ اور اپنی پیاری کلارا کو بھگا کر لیجانے والے شیطان کا بازو پکڑ لیا۔ مگر اُس وقت اُسکا چہرہ ایسا ڈراونا تھا۔ اور اوسکی آنکھوں سے خوفناک سُرخ بجلیاں گر رہی تھیں کہ میں دہشت سے غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ پھر جب میں ہوش میں آیا تو آپ صاحبان میں خود کو موجود پایا۔ یہ میری سرگذشت ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ایک شخص لائنل ڈینورز کے ظلم وستم کا شکار رہوں"۔

بادشاہ۔ لارڈ ولیڈی گرینتھم اور خصوصاً ڈورا پر اس عبرتناک کہانی کا بڑا اثر ہوا۔ ڈورا دل میں بوڑھے کی حالت پر افسوس کے آنسو بہا رہی تھی اور دغاباز ڈینورز کو ہزار نفرین کہتی تھی۔ اس سرگذشت سے اسکے مشتبہ دل کو بڑی تسکین لگی۔ اگرچہ وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ کیوں؟

بادشاہ نے مظلوم بوڑھے کی بہت دلجوئی کی اور ایک تھیلی اشرفیوں کی دیکر کہا "دیکھو ماسٹر میرز! میں لائنل ڈینورز کو اپنے حضور میں طلب کروں گا۔ اور اسکے اس شرمناک فعل کی وجہ اس سے دریافت کروں گا۔ تاکہ تو انصاف پا سکے۔ مگر یاد رکھیو کہ میرے یہاں آنے کا ذکر کسی سے مت کیجیو۔ اور اگر ڈینورز تجھیں کہیں ملے تو اس سے بھی اس ملاقات کا ذکر نہ کرنا۔ کیونکہ مصلحت ملکی کے خیال سے یہ اشد ضروری ہے کہ میرا یہاں آنا مخفی رکھا جائے"۔

اسکے بعد بادشاہ ڈورا سے محبت اور مہربانی کے کچھ دیر گفتگو کرتا رہا۔ اور اس سے بالواسطہ کہدیا کہ میں تیرا شیدا۔ اور تیری دولت حسن کا طلبگار ہوں۔ آئندہ مجھ سے تکلفات سے پیش نہ آیا کرو۔ اگر تمہارا سلوک مجھ سے معشوقانہ سا رہا ہوگا تو میں فرصت کے وقت اکثر یہاں آتا رہونگا"۔

بادشاہ لارڈ ولیڈی گرینتھم سے مصافحہ کرکے جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

بادشاہ وقت کا اپنی رعایا میں کسی کے گھر جانا معمولی بات نہیں ہے۔ خصوصاً لیڈی و لارڈ گرینتھم کے لئے تو یہہ بالکل ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ کیونکہ بادشاہ انگلستان مدت سے اس خاندان سے ناراض چلا آتا تھا۔

بادشاہ کے رخصت ہوتے وقت لارڈ گرینتھم نے خواہش ظاہر کی کہ اسے محل شاہی تک ساتھ جانے کی اجازت دیجائے۔ مگر بادشاہ نے یہہ درخواست منظور نہ کی۔ اور کہا "آپ مہربانی کرکے میرے یہاں آنے کو ایک راز سمجھکر مخفی رکھئے۔"

# باب ۳

## عجیب مسافر

جیسی سیاہی سے ہم یہہ مضمون لکھ رہے ہیں آج کی رات اس سے بھی زیادہ کالی ہے۔ اس سڑک پر جو لنڈن اور گرین ویلی کے درمیان واقع ہے دو مسلح سوار کھڑے ہیں۔ یہہ دونوں ڈاکو ہیں اور اس وقت کسی شکار کے منتظر ہیں۔

اب وہ دونوں متصل کے تالاب کی طرف آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ شاید گھوڑوں کو پانی پلانے جاتے ہیں۔ مگر ابھی وہ تالاب کے کنارے ہی نہیں پہونچے ہونگے۔ کہ کسی آدمی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی۔ دونوں خونخوار ڈاکو اپنے شکار کی طرف اسکی آہٹ پاکر روانہ ہوئے۔ جیسے بھوکا شیر خوشی سے شکار پر حملہ کرتا ہے۔

ولفرڈ۔ (کیونکہ راہزن نمبر ایک کا نام یہی تھا) "مسافر صاحب سلام۔ سلام صاحب سلام" کہکر مسافر آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ کہ ولفرڈ اور اسکے ہمراہی نے جسکا نام لوئیس تھا۔ اسکا رستہ روک لیا۔

ولفرڈ۔ "مسٹر مسافر۔ اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو جو کچھ تمھارے پاس ہے یہاں رکھ دو۔ ورنہ ہم تمھیں توم کے رکھ دیں گے۔"

مسافر اس گستاخانہ درخواست پر ہنسا۔ اور ہنسنے کے سوا اسنے کچھ جواب زبان سے نہ دیا۔

لوئیس: "شاید تو پاگل ہے۔ ورنہ تو اپنی جان عزیز کی ضرور قدر کرتا۔"

مسافر: "بے ایمان۔ ملعون۔ شیطان ہٹ سامنے سے۔"

ولفرڈ۔ (لوئیس سے مخاطب ہو کر) "اسے مار دو۔ جانے نہ دیجیو۔"

لوئیس نے اپنا پستول مسافر کے منھ پر تڑاخ مارا۔ وہ دل میں سمجھا تھا کہ مسافر ابھی مجروح ہو کر گھوڑے سے گرتا ہے۔ مگر وہ بے خوف وہیں گھوڑے پر چڑھا رہا۔ اور پستول کی گولی نے اسپر خاک بھی اثر نہ کیا۔

مسافر: "تم دونوں ضرور اپنی جان کے دشمن ہو۔ بے ایمان۔ کمبختو۔ اب بھی تمھیں موقع دیتا ہوں کہ مجھ سے تعرض نہ کرو اور اپنی راہ لو۔"

ولفرڈ بزدل تو تھا نہیں۔ جو خاموش رہتا۔ اس نے جھٹ تلوار کا ایک ہاتھ مسافر پر مارا۔ مگر بجائے اس کے کہ مسافر زخمی ہوتا۔ چشم زدن میں ولفورڈ کی تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دور زمین پر جا پڑی۔

مسافر: "کیا اب بھی اسمیں کچھ شک کی گنجائش ہے کہ تم دونوں کی زندگی میرے رحم پر ہے۔"

لوئیس اور ولفورڈ دہشت کے مارے خاموش کھڑے رہے۔ وہ اب صدق دل سے مسافر کی اعلا طاقت کے قائل تھے۔ اور سوائے سر تسلیم خم کرنے کے انکے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

مسافر: "حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ میری آبرو پر ایک قسم کا داغ ہے کہ تم جیسے ادنے آدمیوں کی جان لوں۔ مگر اسقدر معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تمھارا نام اور پیشہ کیا ہے؟"

یہ کہہ کر اس نے لوئیس کا چہرہ بغور دیکھا۔ اور اس نظر بازی میں لوئیس بھی اسے خوب تاڑتا رہا۔

مسافر ۔ (تعجب سے) "کیا تم سینٹ لوئیس ہو؟"

لوئیس "اگر میں غلطی نہیں کرتا ۔ تو تم لارڈ ڈینورز ہو؟"

مسافر "بیشک میرا نام ڈینورز ہے ۔ اور میں وہی ڈینورز ہوں جس سے تمھیں کوئی خاندانی کینہ ہے ۔ مگر لوئیس ۔ میں تمھیں صلاح دیتا ہوں کہ آؤ پرانی باتوں کو بھول کر ایک دوسرے کے دوست بن جائیں ۔ چونکہ میں جانتا ہوں ۔ کہ تم کبھی ڈاکہ زنی ایسا مذموم پیشہ اختیار نہ کرتے ۔ اگر تمھیں ضروریات مجبور نہ کرتیں اسلئے اشرفیوں کی ایک تھیلی اسکے ہاتھ میں دیکر) یہہ تمھارے کام آئیگی اور اغلب ہے کہ تمھیں گناہوں سے بچا ئے"

ہر چند کہ لوئیس نہیں چاہتا تھا ۔ کہ ایک دشمن کا احسان مانتا ۔ مگر ڈینورز کی طرز گفتگو ۔ اسکی محبت سے بھری ہوئی باتیں ۔ چمکتی ہوئی اشرفیوں کی ایک تھیلی اور اسکا لوئیس کو معاف کر دینا ۔ یہہ تمام باتیں ایسی تھیں جنھوں نے لوئیس کو شکریہ کے ساتھ تھیلی لینے پر مجبور کر دیا ۔

لوئیس "میں آپ کی اس مہربانی کا ازبس ممنون ہوں"

ڈینورز "کیا تم سرکاری ملازمت کے خواہاں ہو؟"

لوئیس "جی ہاں"

ڈینورز "بہت خوب ۔ کل دوپہر کو شاہی محل میں داروغۂ اعظم کے پاس میرا نام لینا ۔ وہ تمھیں شاہ انگلستان کے پرائیویٹ سیکرٹری کی آسامی پر متعین کر دیگا ۔ میں صبح ہی اُسے مل کر سمجھا دونگا ۔ اب جاؤ کل کے لئے نئی پوشاک کا انتظام کرو"

# باب ۔۔۔۔ ۴

## مُردہ کا زندہ ہونا

جب لارڈ ڈینورز چلا گیا ۔ تو لغورڈ اور لوئیس کی خوشی کی کچھ انتہا نہ تھی دونوں چلتے چلتے لنڈن کے اُس تنگ و تاریک اور بدنام محلہ میں پہونچے جو

اپنے خطرناک مکینوں کے شدید جرائم کے لئے مشہور تھا۔ رات کے دو بجے ہونگے جب وہ ایک احاطہ کے قریب پہونچے جس کا دروازہ ولفورڈ نے کھٹ کھٹایا۔

دروازہ کھل گیا اور ایک بدصورت شخص نے گھوڑے پکڑ لئے۔ ولفورڈ اور لوئیس مالک مکان مسٹر ڈینون کے کمرے کے دروازہ پر جا کھڑے ہوئے۔ ساٹھ سالہ کریہہ منظر ڈینون نے انھیں اندر بلایا۔ اور شراب کی بوتل کھولکر میز پر رکھ دی۔

ولفورڈ "آہا۔ روپیہ عجیب شئے ہے۔ دیکھو تو اس دو گھنٹہ کے عرصہ میں میرے دوست لوئیس کی شکل میں کیسا دلخوش کن انقلاب ہوگیا ہے"

لوئیس۔ "چپ یہ راز ظاہر کرنے کا نہیں"

ولفورڈ۔ (جو اس وقت شراب کے نشہ میں چور ہے) "مسٹر ڈینون مبارک ہو۔ تمھارے مسٹر لوئیس اب امیر کبیر بن گئے ہیں"

ڈینون "شاید یہی وجہ ہے کہ ہم تمھارے میان تلواروں سے خالی دیکھتے ہیں۔ غالباً کسی قتل کے واقعہ نے تمھیں مالدار بنا دیا ہے۔ مبارک باشد"

لوئیس "نہیں نہیں۔ ہم نے آج قتل یا ڈاکہ دونوں میں سے کوئی بھی جرم نہیں کیا"

ولفورڈ۔ (شراب کے نشہ میں آکر) "سچ یہ ہے کہ یہ سب لارڈ ڈینورز کی مہربانی کا نتیجہ ہے"

ڈینون "ہیں! لارڈ ڈینورز! یہ کیا نام ہے؟ جو کہ میرے کانوں تک پہنچا ہے"

لوئیس اور ولفورڈ نے اس سوالیہ استعجاب کا کچھ جواب نہ دیا جس سے بوڑھے ڈینون کو اور بھی حیرت ہوئی۔

ڈینون "ڈینورز ہرگز زندہ نہیں ہوسکتا۔ اگر میں اس وقت زندہ ہوں اور میرے حواس ٹھکانے میں تو میں ایمان سے کہتا ہوں کہ دو سال ہوئے میں نے ڈینورز کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ پھر اب وہ کس طرح اس دنیا میں موجود ہوسکتا ہے؟"

لوئیس:۔ "شاید تم کوئی خواب کا واقعہ دوہرا رہے ہو گے۔ کیونکہ نصف گھنٹہ نہیں ہوا۔ جب ہم نے اُسے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔"

ولفورڈ:۔ "بوڑھا ڈینیون اب ضعیف ہو گیا ہے۔ اس لئے اُسکے قوا ذہن بھی کمزور ہو گئے ہیں۔"

اب ڈینیون کی حیرت کی کچھ حد نہ تھی۔ اس نے میز سے لیمپ اُٹھا کر اپنے ساتھیوں کو اشارے سے کہا۔ کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ وہ خوف سے کانپ رہا تھا۔ تھوڑی دور جا کر اُس نے ایک کوٹھڑی کا دروازہ کھولا۔ اور پھر ایک دوسری کوٹھڑی کا دروازہ کھولکر اُسمیں داخل ہوا۔ جب تینوں شخص اطمینان سے اس کوٹھڑی میں کھڑے ہو گئے تو ڈینیون نے ایک پیچ کو جو دیوار سے لگا ہوا تھا گھمایا۔ اسی وقت کوٹھڑی کا فرش پھٹ گیا اور چوبی تختہ کے ہٹنے سے نیچے سے پانی کا ایک دریا پیدا ہو گیا۔ جو بڑے زور سے لہریں لے رہا تھا۔ لوئیس اور ولفورڈ اُسے دیکھ کر ویسے ہی حیران رہ گئے جیسے لارڈ ڈینورز کے ہتھیاروں کی غیر معمولی طاقت سے ہوئے تھے۔

ڈینیون:۔ "دو سال سے زیادہ عرصہ گذر رہا ہے کہ میں نے ایک رات دہوکے سے لارڈ ناتیل ڈینورز کو یہاں لا کر اس پانی کی غار میں جسکا اصلی نام دریائے ٹائمز ہے دھکیل دیا۔ اور لہریں چشم زدن میں اسے بہا کر لے گئیں۔ جب وہ غرقاب ہو چکا تو میں نے اسی طرح چوبی تختہ سے پانی کی سطح کو ڈھانک دیا۔ اُس وقت سے آج تک یہ کوٹھڑی کھولی نہیں گئی۔ مجھے یقین ہے کہ ڈینورز کا گوشت تو کبھی کا ٹڈیوں تک کو دریائی جانوروں نے کھا لیا ہو گا۔ پس اگر تم لوگ یہ کہو کہ تم نے ڈینورز کو زندہ دیکھا ہے تو میں اسے سوائے تمہاری غلطی یا حماقت کے اور کیا کہہ سکتا ہوں؟"

لوئیس اور ولفورڈ میں سے کسی نے بھی اس بات کا جواب نہ دیا۔ اور وہ تینوں اپنی اپنی خوابگاہ میں چلے گئے۔ دوسرے دن لوئیس شاہی کنٹرولر کے پاس گیا

کنٹرولر نے اس سے ایک جعلی ہنڈی ماسٹر لنڈنی ساہوکار کے نام تحریر کرائی اور جب یہ تحریر اسکے قبضہ میں آگئی تو اس نے اُسے بادشاہ کے پیش کر کے پرائیوٹ سیکرٹری کا عہدہ دلوا دیا۔
لوئیس نے جعلی ہنڈی کیوں لکھی؟ اسکا راز آئندہ صفحوں میں ظاہر ہوگا۔

# باب ـــــ ۵

## انتقام کا ارادہ

ماسٹر لنڈنی۔ لارڈ ڈینورز کا ایجنٹ بڑا مالدار سوداگر تھا۔ چونکہ وہ لاولد تھا اُس نے اپنے بھتیجے پارک کو متبنٰی بنایا ہوا تھا۔ چولنڈنی کے حسب حال اطمینان کام کرتا تھا۔ چچا بھتیجا دوکان کے کاروبار سے بالکل مطمئن تھے۔
ایک دن ماسٹر لنڈنی دوکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ یکایک لارڈ لائیل ڈینورز داخل ہوا۔ ڈینورز نے رسمی طور پر کاروبار کا حال پوچھا۔ لنڈنی نے جواب دیا کہ کاروبار چل رہا ہے۔ آپ کی عنایت ہے۔
**ڈینورز:** "گذشتہ چند روز میں کوئی شخص یہاں مجھ سے ملنے تو نہیں آیا"
**لنڈنی:** "جی ہاں ایک مخبوط الحواس بڈھا جو اپنا نام ماسٹر سیورز بتاتا تھا یہاں آپ کی تلاش میں آیا تھا۔ وہ آپ کی شان کے خلاف کچھ کہنا چاہتا تھا مگر میں نے اُسے نکال دیا"
**ڈینورز:** "اس خبطی کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ میں اسکی بیٹی کو بہکا کر لے گیا ہوں مگر بات یہ ہے کہ میں نے اسکی لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کر دیا اور وہ اسی شرم کے مارے ایک دوسرے شخص کے ساتھ بھاگ گئی"
**لنڈنی:** "بیشک یہ بات حضور کی شان کے خلاف تھی۔ کہ آپ اس کمینہ شخص کی لڑکی سے شادی کرتے۔
ڈینورز اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ اور سلام کہہ کر دوکان سے نکل گیا۔

ایسے جاتے ہی پارک لنڈنی کا بھتیجا دوسرے کمرے سے اپنے چچا کے کمرے میں آ گیا۔
**لنڈنی**:- "میرے نور چشم پارک۔ یہی شخص ڈینورز ہے جس سے ہمیں انتقام لینا چاہئے تاکہ ہمارے خاندان کی عزت میں فرق نہ آئے۔ میں تو اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور قبر کے کنارے کھڑا ہوں۔ اب تیرا وقت ہے کہ تو خاندانی قسم کو پورا کرے"۔
**پارک**:- جناب چچا صاحب۔ میں بڑا ہی کمینہ شخص ہونگا۔ اگر ڈینورز سے بدلہ نہ لوں۔ اور اسکو اسکے بزرگوں کی شرارتوں کا مزہ نہ چکھاؤں۔ میں دل میں محسوس کرتا ہوں کہ اس خاندانی عہد کے پورا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جو آج سے ایک سو چھتیس سال پیشتر بڑے مقدس جوش میں کیا گیا تھا"۔
"آمین" کا لفظ ابھی پارک کے منہ ہی میں تھا کہ اچانک دروازہ کھلا۔ اور ڈینورز سامنے کھڑا ہوا دکھائی دیا۔
چچا اور بھتیجا دونوں کا رنگ فق ہو گیا۔
**ڈینورز**:- "صاحبان۔ اگر میری اس مداخلت سے آپ کی گفتگو میں حرج واقع ہوا ہے تو معاف فرمانا۔ مجھے کچھ جواہرات خریدنے ہیں جو میں پہلی دفعہ بھول گیا تھا"۔
لنڈنی نے جواہرات کی صندوقچی پیش کی جسمیں سے ڈینورز نے ہیروں کا ایک جڑاؤ ہار اٹھا لیا۔ اور مسکراتے ہوئے سلام کہکر کارخانہ سے باہر ہو گیا۔

## باب ــــــــ ۱

### دو ملاقاتیں

ہنری ہشتم شاہ انگلستان کا دستور تھا کہ وہ ہر روز ٹمپل باغ کی سیر کو جایا کرتا تھا۔ بوڑھا ماسٹر میرز اس خیال سے کہ شاید بادشاہ کی ملاقات مجھ سے ہو سکے ٹمپل باغ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ کسی شخص نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میرز نے مڑ کر دیکھا تو یہ وہی شخص تھا جسکی صورت سے وہ بڑا ڈرتا تھا۔ یعنے ڈینورز۔

میبرز۔ (گھبرا کر) "اس نرالی ملاقات کے کیا معنے؟"

ڈینورز۔ "ڈروٹ مجھے بادشاہ انگلستان نے بھیجا ہے۔ کہ تم سے ملکر تمھاری تشفی کروں"

میبرز۔ "میری تشفی تم کیا کروگے؟ مگر خدا کے لئے یہ بتا دو کہ میری پیاری کلارا تو زندہ ہے؟"

ڈینورز۔ "ہاں وہ زندہ ہے اور بحیثیت لیڈی ڈینورز کے جزیرہ سفید میں رہتی ہے۔ سینکڑوں نوکر چاکر اسکی خدمت میں ہر وقت دست بستہ حاضر رہتے ہیں۔ اور اسکی زندگی ایک ملکہ بیگم کی زندگی سے کم شاندار نہیں ہے"

میبرز۔ "اے میرے پروردگار۔ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج مجھے اپنی بیٹی کلارا کے زندہ ہونے کی بشارت ملی جسے میں کئی سال سے غلطی سے مردہ سمجھے ہوئے تھا"

یہ کہکر ماسٹر میبرز زار زار رونے لگا۔ اور اس نے خوشی اور جوش سے ملی ہوئی حالت میں ڈینورز کے پاؤں پکڑ لئے۔

پھر کسی بات نے میبرز کو اندر ہی اندر ڈرا دیا۔ اور اس نے بیم و یاس کے لہجہ میں ڈینورز سے کہا "کہیں حضور مجھ سے دغا تو نہیں کرتے۔ جیسا کہ پہلے کر چکے ہیں"

ڈینورز۔ "افسوس ہے کہ تم مجھ پر دھوکے کا الزام عاید کرتے ہو۔ حالانکہ میرے کلارا کے ساتھ بھاگ جانے اور خفیہ شادی کرنے کی وجہ محض یہ تھی۔ کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ اتنے بڑے جلیل القدر خاندان کا ممبر ہوکر ایک معمولی سوداگر کی بیٹی سے شادی کروں۔ خیر اگر تمہیں میری بات پر اعتبار نہیں ہے تو آج ہی رات میرے ساتھ جزیرہ سفید چل کر دیکھ لو۔ اگر کلارا وہاں نہ ملی تو میں سچا۔ ورنہ ———"

میبرز۔ "حضور میں آپکی عنایت کا زیر بار ممنون ہوں۔ مجھے آپکے ساتھ آج رات جزیرہ سفید کو چلنے میں ذرا تامل نہیں ہے۔"

ڈینورز" اور مجھے بھی تمھیں اپنے ساتھ لیجانے میں ذرا تامل نہیں ہے۔ بس اب سے دو گھنٹہ بعد اس باغ کی جنوبی دیوار کے نیچے آجانا میں تمھیں وہاں سے بلالوں گا۔"

# باب ــــ ۷

## جزیرہ سفید

آدھی رات کا وقت ہوگا۔ تاریکی چاراطراف عالم میں چھائی ہوئی تھی جب کہ ماسٹر میز نے کسی شخص کے پاؤں کی آہٹ پاکر سوال کیا۔ کیا آپ لارڈ ڈینورز ہیں؟

آواز" آؤ ماسٹر میز۔ گھوڑے تیار ہیں۔ سوار ہو جاؤ۔"

دو گھوڑے تیار تھے۔ لارڈ ڈینورز اور بوڑھا میز دونوں ان پر سوار ہو گئے جتبک گھوڑے آبادی سے گذرتے رہے ان کی رفتار بہت معمولی تھی مگر آبادی کا گذرنا تھا کہ وہ ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ میز نے دور سے ایک بلند درخت دیکھا۔ اور ابھی ایک لمحہ بھی نہ گذرا تھا کہ وہ درخت ان کے پیچھے رہ گیا۔ پھر اس نے ایک گہری غار دیکھی۔ اور دل میں ڈرا کہ مبادا گھوڑے کا پاؤں پھسلنے سے وہ گر کر چت ہو جاوے۔ مگر وہ یہہ خیال کر ہی رہا تھا کہ غار غائب ہو گئی؟ اور دونوں گھوڑے ایک چوڑی سڑک پر بجلی کی تیزی سے چل رہے تھے میز نے محسوس کیا۔ گویا کوئی زبردست طاقت اسے گھوڑے پر سہارا دیکر چلائے ہوئے ہے۔ اتنے میں چاند نکل آیا تھا۔ میز نے اپنے ہمراہی کے چہرہ پر نگاہ ڈالی۔ تو اسکی آنکھوں میں فتحمندی اور شرارت کے آثار نمایاں تھے ڈر کے مارے بیچارے بوڑھے کی آنکھیں خودبخود بند ہو گئیں۔ اور اسکے کان میں ایک قہقہہ کی آواز آئی۔ جو شائد ڈینورز کے لبوں سے نکلی ہوگی۔ پھر ڈینورز نے کہا" دوڑو۔ دوڑو" یہہ آواز سنتے ہی گھوڑے پہلے سے بھی زیادہ تندی

اور اس وسیع میدان میں ایک ایسی خوفناک گونج پیدا ہوگئی جس سے مینرز سمجھا کہ ہزاروں بھوت مل کر شور وغل کر رہے ہیں۔ بیچارے نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں۔ تو اسکا ہمراہی ڈینورنز اور وہ دونوں تیز گھوڑوں پر جا رہے تھے۔ اس سے ایک ثانیہ بعد ان کے گھوڑے دریا میں تھے اور ابھی دو سکنڈ بھی نہ گذرے ہوں گے جب وہ دریا کے کنارے پر جا پہونچے یہ ایک عجیب طلسم تھا۔ جو مینرز کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اور وہ خوف و ہراس سے بید لرزاں کی طرح کانپ رہا تھا۔ یکایک دونوں گھوڑے ٹھہر گئے اور ڈینورنز کے بعد مینرز بھی گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اس وقت خود بخود اسکے منھ سے ایک چیخ نکل گئی۔ کیونکہ اس نے دیکھا کہ سامنے جزیرہ سفید کا عظیم الشان قلعہ کھڑا ہے۔ رات ابھی زیادہ نہیں گذری تھی۔ انھوں نے صرف ڈیڑھ دو گھنٹہ میں اسی میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ اس سے مینرز کو خیال ہوا۔ کہ ضرور کوئی جن بھوت ڈینورنز کے قبضہ میں ہے۔

**مینرز**:" خدا کی قسم۔ تم پُراسرار شخص ہو۔ ہائے۔ تم نے میری کلارا سے کیا سلوک کیا ہوگا؟"

**ڈینورنز**:" چپ رہو۔ بڈھے بدذات۔"

مینرز ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور جب اُس نے ڈینورنز کی آنکھوں پر جن سے بجلیاں گر رہی تھیں نگاہ ڈالی تو ان کے برقی اثر سے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ ہوش میں آنے پر اس نے اپنے آپ کو ایک کمرہ میں مقید پایا۔

# باب ــــــ ۸

## بنگالنڈلی کی تاریخ

بادشاہ سلامت لارڈ گرنتھم کے ہاں ہر روز آتے تھے۔ اور وڈور آئی خوشامدآمیز لہجہ میں تعشق ظاہر کرتے تھے۔ لارڈ اور لیڈی گرنتھم اِس

غیر معمولی شاہی میلان سے ازبس خوش تھے - ایک دن جبکہ بادشاہ ان کے مکان سے باہر نکلا ہی تھا - لیڈی گرنتھم ڈورا کے پاس آئی اور کہنے لگی "میں خیال کرتی ہوں - بادشاہ نے تم سے شادی کی درخواست کی ہے - پیاری جان تمھیں خوش ہونا چاہیئے - کہ بادشاہ انگلستان تمھارا شیدائی ہے - ایک دن آئیگا - جب تم ملکۂ انگلستان ہوگی - کیا تم اس عزت کی آرزو مند نہیں ہو؟"
ڈورا نے اس سوال کا جواب خاموشی میں دیا مگر لیڈی گرنتھم سلسلہ کلام کب ٹوٹنے دیتی تھی - پھر بول اٹھی "وہ جڑاؤ زیور جو بادشاہ نے تمھیں دیا ہے - تم کیوں نہیں پہنتیں - اس سے بادشاہ ضرور خیال کرلیگا کہ تم بڑی مغرور ہو - اور یہ ہرگز تمہارے حق میں اچھا نہیں ہے"
ڈورا - "مجھے بڑا افسوس ہے کہ اس زیور سے دو نگ کہیں گر پڑے ہیں مجھے معلوم نہیں کہاں اور کیسے؟"
"اوہو - تم نے مجھ سے پہلے کیوں نہ کہدیا"
یہ کہکر لیڈی گرنتھم نے تجویز پیش کی - کہ فوراً اولڈ بانڈ اسٹریٹ میں لنڈنی جوہری کی دوکان پر جاکر زیور کی درستی کرانی چاہیئے - اس سے نصف گھنٹہ بعد وہ دونوں گاڑی میں سوار ہوکر اس عالیشان دوکان میں جا پہونچیں - ماسٹر لنڈنی نے انھیں ایک مکلف کمرہ کھول دیا - اور زیور کاریگروں کو دیکر جلد جواہرات جڑنے کا حکم دیا - لیڈی گرنتھم آرام کرسی پر لیٹ گئی اور ڈورا ایک میز کے سامنے جا بیٹھی جس پر بہت سی کتابیں چنی ہوئی تھیں - ان میں ایک کھلی ہوئی کتاب کو ڈورا نے بڑے شوق اور تعجب سے پڑھنا شروع کیا جس کی سرخی

## بینکا لنڈنی کی تاریخ

فی الحقیقت علم [illegible] والی قدا [illegible] -

سنہ [illegible] ماہ [illegible] ایک رات [illegible]

تاریکی پھیل گئی سخت آندھی آئی اور اس زور سے شاں شاں کی آواز پیدا ہوئی
کہ معلوم ہوتا تھا عناصر باہم لڑ رہے ہیں۔ رات کے دس بجے تھے۔ جنیوا کے
بازاروں میں کوئی متنفس نظر نہیں آتا تھا۔ اور ایک بھی دوکان خالی نہ تھی
اس وقت ایک شخص نائنو لنڈن جو ذات کا صراف تھا بڑے تردد سے اپنے
دکان میں ٹہل رہا تھا۔ ناگہاں ایک عورت نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔
اور کہا "بھائی صاحب تمہارا خیال درست نکلا"
نائنو "کیا بچہ پیدا ہونے والی ہے؟"
عورت "ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی رات وہ ماں بننے والی ہے۔
افسوس میری بھابی بیچاری اور میرے بھائی کو کتنی تکلیف ہوئی"
یہ عورت جسکا نام بنیکا تھا۔ نائنو کی حقیقی ہمشیرہ تھی۔ اور اس آخری
اشارہ تکلیف سے اسکی مراد جنیوا کے اس قانون سے تھی جسکے رو سے
[illegible] کسی وقت گھر سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ خواہ اسکو
کتنا ہی ضروری کام کیوں نہ ہو۔
نائنو "مگر خواہ مجھے یا اسکو یا تم کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔ اور جان کا بھی اندیشہ
برداشت کرنا پڑے۔ بہر حال ڈاکٹر کا آنا ضروری ہے۔"
بنیکا "میں اپنے بھائی کی خاطر یہ ذمہ داری اپنے سر لیتی ہوں"
نائنو "ہرگز نہیں۔ گو تم ایک اعلیٰ خاندان کی لڑکی ہو اور بیشک مردانہ عورت
ہو۔ مگر میں بھی نامرد نہیں ہوں۔ یہ کام میرا ہے اور میں ہی اسے سرانجام دونگا۔"
بنیکا "مصلحت وقت یہ ہے کہ آپ جان خطرے میں نہ ڈالیں۔ میری خیر ہے"
نائنو۔ (بنیکا کا بازو زور سے پکڑ کر) "نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر تم کامیاب
بھی ہو جاؤ۔ تو کلنک کا ٹیکا ساری عمر میرے ماتھے پر رہیگا کہ خطرے کے وقت
بہن کو سامنے کر دیا۔ لو اب خدا پر بھروسہ کرو۔ اور مجھے جانے دو"
بنیکا نے چشم پر آب ہو کر بھائی کو جانے کی اجازت دی۔ نائنو بے خوف و خطر

اپنے محلہ سے تو گذر گیا۔ مگر وہ اس محلہ میں جہاں ڈاکٹر کا مکان تھا داخل ہوا ہی چاہتا تھا۔ کہ ایک سیاہ پوش دیوزاد نے اس سے سوال کیا۔ "کون ہے اس وقت بازار میں جانے والا اور حاکم وقت کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والا؟"

نانتو بیچارہ دنگ رہ گیا۔ اس سے قبل کہ وہ جواب دہی کرتا تین چار سپاہی آسیر آپڑے۔ اور کشاں کشاں قیدخانہ کی طرف لے چلے:

**ایک سپاہی:** "خدا کی قسم۔ یہ شخص بڑا سرکش ہے"

**دوسرا سپاہی:** "اس نے حاکم وقت کے فرمان کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور ڈاکوؤں کی طرح باہر نکل آیا"

**تیسرا سپاہی:** "غالباً اسکا ارادہ نقب زنی کا ہوگا"

**چوتھا سپاہی:** "اسے معلوم نہیں ہے۔ کہ ہمارے شہر کا حاکم کیسا باخبر شخص ہے۔ اسے پہلے ہی سے بیوی کے حاملہ ہونے کا علم تھا۔ اور اسے توقع تھی کہ وہ ضرور رات کو ڈاکٹر کی طرف جائیگا"

**وہی سیاہ پوش دیوزاد:** "ہاں ہاں۔ کس شغل میں ہو۔ اسے قیدخانہ میں کیوں نہیں لے چلتے"

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

نانتو بیچارہ مایوس و خاموش ان سپاہیوں کے ساتھ زندان کی طرف روانہ ہوا۔ اسے اپنے سے زیادہ اپنی حاملہ بیوی کی فکر تھی۔ ایسے سخت وقت میں بیوی سے جدائی کا خیال اسے گھائل کئے دیتا تھا۔ کہ کسی نے بڑے تحکمانہ لہجہ میں کہا۔ "ٹھہر جاؤ"

نووارد شکل و وضع سے انگریز معلوم ہوتا تھا۔ اس نے آتے ہی ایک سپاہی کے ایسا چانٹا رسید کیا۔ کہ وہ دہم سے زمین پر گر پڑا۔ دوسرے سپاہی اسپر حملہ کرنا چاہتے تھے کہ نووارد نے انکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اور وہ سب وہیں کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اسکی غیر معمولی تیز آنکھوں سے بجلیاں

گزر رہی تھیں۔ خدا معلوم انہیں کیا جادو تھا۔ گر جس نے ایک دفعہ انہیں دیکھ لیا پھر صاحب چشم کے مقابلہ کا عازم نہ ہو سکا۔

اجنبی "میرا نام لارڈ والٹر ڈینورز ہے اور میں تم لوگوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ مقابلہ کی جرأت ہے تو سامنے آؤ۔ ورنہ میں اس قیدی کو اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں صبح کو کوئی یہ نہ کہے کہ نائینو چوروں کی طرح بھاگ گیا ہے۔ چوروں کی طرح بھاگنے سے اسے عار ہے اور وہ شیروں کی طرح میدان میں گرج رہا ہے"

کوئی شخص لارڈ ڈینورز کے سامنے نہ آسکا جو نائینو کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالکر اسکے گھر کو روانہ ہوا۔ ڈینورز نے رہستہ میں اپنے رفیق کو تسلی دی کہ خاطر جمع رکھو۔ جنیوا کا حاکم مجھ سے دبتا ہے۔ وہ میری موجودگی میں تمہارا بال بیکا بھی نہیں کر سکتا۔

نائینو۔ (ایک مکان کی طرف اشارہ کر کے) "یہ غریب خانہ ہے۔ چلئے تشریف رکھئے"۔

ڈینورز "نہیں۔ اس وقت تو مجھے کام ہے۔ کل حاضر ہونگا۔ میں آپ سے دوبارہ کہتا ہوں کہ مجھ پر بھروسا رکھنا۔ گھبرا نہ جانا"

اسکے بعد دونوں بہت تپاک سے مصافحہ کر کے رخصت ہوئے۔ نائینو تھوڑی دیر میں مکان میں داخل ہوا۔ بینیکا نے اسے دیکھتے ہی خوشی کے آنسو بہائے۔ اور مبارکباد دی "لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خدا کا فضل ہوا۔ کہ بھاوج آرام سے ہے۔ ڈاکٹر کی خدمات کی ضرورت واقع نہیں ہوئی۔ نائینو نے بھی جو کیفیت اس سے گذری تھی مختصر بیان کر دی بینیکا سنکر متعجب مگر غمگین ہوئی۔ اسکے دل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہو گیا تھا۔ کہ اس فسادی درخت نے ابھی جڑھ پکڑی ہے اسکا نشو و نما ہونا لازم ہے۔ اسکا ثمر کیسا تلخ ہوگا؟

دوسرے دن نائینو اپنے کارخانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اسکا مربی و محسن تشریف لایا۔ چونکہ روز روشن تھا۔ اسکا حسن و جمال پوری طرح دکھائی دیتا تھا۔ تبسم کے وقت اسکے چہرہ کی عجیب ہی کیفیت ہوتی تھی جس سے عظمت اور شان مزید ہوتی تھی۔ لوگ عموماً تین جز جو بھی اسے دیکھ پاتا اسکے فضل و کمال کی کارسازی عزتیں عجیب

کرا کھڑا۔

نائینو اور ڈینورز میں مختلف معاملات پر گفتگو ہوتی رہی۔ آخرالذکر نے کہا۔ کہ میرا ارادہ یوروپ کے بڑے بڑے شہروں میں صرافوں کے پاس روپیہ جمع کرانے کا ہے۔ اور جنیوا بھی ان میں سے ایک ہے۔ یہہ کہکر اس نے اشرفیوں کی پانچ تھیلیاں نوٹ اور ہنڈویات نائینو کے سامنے رکھدیں۔ نائینو اتنی رقم دیکھ کر دنگ رہ گیا کہنے لگا "میں حیرت میں ہوں کہ آپ کیوں اس احقر پر اسقدر مہربانی فرماتے ہیں۔ پہلے تو میری جان بچائی اور اب مجھے روپیہ سے مالا مال کر دیا"

ڈینورز "نہیں نہیں۔ تم اس بات کا خیال بھی نہ کرو۔ میرا فرض تھا۔ کہ ایک مظلوم شخص کو ظالموں کے پنجہ سے چھوڑاتا"

اس اثنا میں خادمہ نے آکر اطلاع دی۔ کہ کھانا تیار ہے۔ ڈینورز کا میزبان اسے کھانے کے کمرے میں لے گیا۔ اور بینکا سے اسکی ملاقات کرائی۔ بینکا ڈینورز کا حسن وجمال دیکھ کر نہایت خوش ہوئی۔ اس وقت اسکے بھائی نائینو کے دل میں خیال گذرا۔ کہ تقدیر نے کیا موزون جوڑا ملا دیا ہے۔ اگر انکی شادی ہو جائے تو چہ خوش؟ اتفاقیہ ڈینورز کے منہ سے نکل گیا۔ کہ وہ نا کتخدا ہے۔ جسے سنکر بینکا اور نائینو خوشی کے مارے جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ دو تین گھنٹہ کی دل خوش کن گفتگو کے بعد ڈینورز نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ دونو بہین بھائی بڑے تپاک سے اسے ملے اور دروازہ تک اسکے ساتھ گئے۔

ڈینورز کے سپاہیوں کو شکست دینے کی خبر سنکر لوگوں نے پہلے پہل بہت چرچا کیا تھا۔ کہ کیونکر ایک تن تنہا شخص متعدد سپاہیوں پر غالب آیا اور کیوں جنیوا کے ظالم حاکم نے اسے تنبیہہ نہ کی؟ مگر یہہ چرچا آہستہ آہستہ ہوکر بالکل فراموش ہو گیا۔ تین مہینے گذر گئے۔ اب اپریل کا خوشنما مہینہ تھا۔ ڈینورز بلاناغہ نائینو کے ہاں آتا تھا۔ بینکا دل سے اُسے چاہتی تھی۔ اور وہ جان سے اُسکا عاشق تھا۔ آخر دل کی محبت زبان پر آئی۔ ڈینورز نے

شادی کا خواہاں ہوا۔ جسے نائینو نے منظور کرلیا۔ ڈینورز نے تجویز پیش کی کہ دو ماہ بعد شادی ہونی چاہئے۔ اس عرصہ میں نارمنڈی (فرانس) میں جاکر اپنے قلعہ میں اس تقریب کا انتظام کرتا ہوں۔

ڈینورز کو گئے ہوئے پورے سات ہفتے گذر گئے مگر اسکی طرف سے کوئی پیغام شادی کی تیاری کا موصول نہ ہوا۔ یہہ دیکھ کر بینکا کو خیال آیا۔ کہ جنیوا کے سنگدل حکمران کے لئے انتقام لینے کا یہہ نہایت عمدہ موقع ہے۔ اور اسے اختیار ہے کہ مجھ سے یا میرے بھائی سے بدسلوکی کرے۔ نائینو کے بیٹے کا نام لوڈوریکو رکھا گیا تھا اب وہ تقریباً پانچ ہفتہ کا تھا۔ ایک دن نائینو۔ اسکی بیوی اور ہمشیرہ مکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک ایک زرہ پوش داخل ہوا۔ اور اس سے پہلے کہ کوئی مزاحمت کرتا۔ یا زبان سے کچھ کہتا۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ اور بڑے تحکمانہ لہجہ میں بولا۔ "اے جوانمرد سوداگر! تجھے معلوم ہوگا۔ کہ میں اس شہر جنیوا کا حاکم ہوں"۔ پھر خود ہی اپنے سوال کے جواب کا انتظار کئے بغیر بول اٹھا "شاید آج تو نے منادی سنی ہوگی۔ کہ میری بیوی بانجھ ہے اس لئے میرا ارادہ دوسری شادی کرنے کا ہے۔ تو خوش ہو کہ میں یہہ عزت تیری بہن کو دینا چاہتا ہوں"

زرہ پوش کی زبان سے یہہ کلمات سنکر کنبہ کے تینوں ممبروں پر رعب طاری ہوگیا۔ نائینو کی بیوی کانپنے لگی۔ بینکا چیخ مار کر بیہوش گر پڑی۔

**نائینو**: "میں حضور کے اس ارشاد کو اپنی عزت افزائی کی دلیل سمجھتا ہوں۔ مگر افسوس ہے کہ بینکا کی شادی ایک اور شخص سے قرار پا چکی ہے"۔

**حاکم**۔ (غصہ سے) "اور وہ شخص لارڈ ڈینورز ہے جس نے اُس رات نامعلوم کس طرح مجھ پر اثر ڈال لیا۔ خیر اُب تو وہ یہاں نہیں ہے۔ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ کہ اس عرصہ میں یا تو بینکا کی شادی مجھ سے کر دو۔ ورنہ تمہیں بحکم عدالت ورڈینین کی حراست سے بھاگنے کے ہردو سنگین جرائم کی سخت سزا لینے مزا کے لئے تیار ہو جاؤ..." دیا جائیگا۔ یہہ میرا آخری قطعی فیصلہ ہے۔ اب میں چلتا ہوں"۔

سنگدل زردہ پوش چلا گیا۔ نائینو اور بینکا نے معلوم کیا کہ گویا غم کا پہاڑ ان پر
ٹوٹ پڑا ہے۔ بینکا زار زار روتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ یہ سب مصیبت کنبہ پر مجھ
نصیبوں جلی کی بدولت آئی ہے۔ نائینو کہتا تھا۔ کہ رونے چلانے سے کیا حاصل؟
جو ہمارے مقدر میں ہے وہ کبھی ٹل نہیں سکتا۔

پہلا دن رونے میں گذرا۔ دوسرے دن نائینو نے بینکا سے مشورہ کیا۔ کہ
بھاگنے کی کوئی تجویز کرنی چاہئے۔ وہ ان دل خوش کن اُمیدوں سے ایک دوسرے کو
تسلیاں دے رہے تھے۔ کہ خادمہ نے آکر خبر سنائی۔ کہ ایک درجن سپاہی
دروازہ کے باہر مسلح کھڑے ہیں۔ گویا اب بھاگنا محال ہی نہیں۔ بلکہ ناممکن تھا۔
نائینو نے افسر پولیس کو رشوت دینے کی تجویز نکالی۔ جسکی بینکا نے تائید کی۔
لیکن جب وہ کچھ دیر تک پولیس افسر سے گفتگو کر کے واپس آیا۔ تو اسکا غمگین
چہرہ صاف بتائے دیتا تھا۔ کہ اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ تیسرا دن
پہلے دو دنوں سے زیادہ روز عذاب تھا۔ صراف اسکی بیوی اور ہمشیرہ کی آنکھیں
رونے رہنے سے سوج گئی تھیں۔ آواز بیٹھ گئی تھی۔ اور تینوں کے چہرے مرجھائے
ہوئے تھے۔ نائینو نے اپنے پروردگار کی جناب میں بڑے خشوع و خضوع
سے دعا مانگی۔ اسکے بعد بڑے مؤدبانہ لہجہ میں ایک عرضی حاکم کے نام لکھی۔ کہ
ہمارا تمام زر و مال لے لیجئے۔ مگر ہمیں آزادی عطا کیجئے۔ شام تک اس عرضی کا
کچھ جواب موصول نہ ہوا۔ بقول شاعر

ایام ہجر کٹ نہ سکے کوہ کن سے بھی
پتھر سے سخت ہوتے ہیں دن انتظار کے

ایک منٹ ایک سال کی طرح گذرتا تھا۔ رات کی تاریکی سطح عالم پر محیط
ہو چکی تھی۔ جب کہ ظالم حاکم کا خشک جواب موصول ہوا۔ کہ "میں روپیہ کا بھوکا
نہیں ہوں۔ مجھے عورت کی ضرورت ہے۔ اور وہ صرف بینکا کے ملنے سے
ہو سکتی ہے۔" وہ رات بھی اُنھوں نے خداوند کریم کی بارگاہ میں دعا

میں گذار دی۔

چوتھے دن کا آفتاب طلوع ہوا۔ اور یہ گویا اس بدقسمت کُنبہ کے لئے روز حساب کا آفتاب تھا۔ موت ان کے سر پر کھڑی ہوئی آنکھیں دکھا رہی تھی سوائے ایک ذات پاک کے جو تمام مخلوقات کا اکیلا اور آخری سہارا ہے۔ کوئی انہیں مخلص نظر نہیں آتا تھا۔ نائینو نے بڑے پُردرد۔ اور عجز و انکسار کے الفاظ میں اپنے معصوم بچہ کی طرف سے خدا سے دُعا مانگی۔ وہ ابھی اس تسکین دہ کام سے فارغ ہو کر "آمین" بھی نہ کہنے پایا تھا۔ کہ دروازہ کُھلا۔ اور جفا شعار ظالم شاہی لباس میں ملبوس اندر داخل ہوا۔ اس نفیس لباس سے اسکی غرض غالباً یہ تھی۔ کہ اگر بنیکا اسکے رُعب میں آ کر شادی کرنا منظور کر لے۔ تو وہ اسی طرح گرجے میں جا کر عقد کی رسم ادا کرے۔ مگر مُصیبت زدہ کُنبہ کی صورت دیکھتے ہی اس نے سمجھ لیا۔ کہ انہوں نے عزت کو موت پر اور آزادی کو شادی پر ترجیح دی ہے۔ یہ دیکھتے ہی اسکی آنکھوں میں چنگاریاں نکلنے لگیں۔

حاکم۔ "نائینو! جلد بتا کہ تجھ سے میرے حکم کی تعمیل ہوئی یا نہیں۔"

نائینو۔ "حضور! جو چیز میری ہے وہ میں آپ کی نذر کر سکتا ہوں۔ مگر بنیکا کو جو میری نہیں ہے اسکو آپکے ساتھ شادی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ"

نائینو کا فقرہ ابھی ناتمام ہی تھا۔ کہ سنگدل حاکم نے سپاہیوں کو کڑک کر کہا۔ "اس پاجی بدذات کو لوہے میں جکڑ دو۔ اور ہماری عدالت میں لے چلو۔ عورتوں پر جبتک مزید حکم صادر نہ ہو سنگین پہرہ رہے۔"

وہ آہ و بکا کا دلخراش نظارہ۔ باپ کی جُدائی بیٹے سے۔ بھائی کی بہن سے اور شوہر کی پیاری بیوی سے ایسا دردانگیز ہے کہ فرط غم سے قلم کا کلیجہ پھٹا جاتا ہے ننھے بچے کا بلبلانا پتھر کے دلوں کو بھی موم کرنے کے لئے کافی تھا۔ مگر اس خارج [illegible] حاکم کی آنکھیں جن میں شہوت کا نشہ آیا ہوا تھا انسانی فطرت کا [illegible] دیکھ سکنے کے ناقابل تھیں۔ بیچارہ نائینو بیگناہ اپنے کُنبہ سے جُدا کیا گیا۔

اور فیصلہ کے لئے اس عدالت میں لایا گیا۔ جسے عدالت کہنا عدالت کے تقدس کی توہین کرنا ہے۔ شہادت پیش ہوئی کہ ماہ جنوری کی فلاں تاریخ کو نائینو ملکی قانون کی خلاف ورزی کا مرتکب پایا گیا۔ پولیس نے اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ کہ اسے اس خلاف ورزی کی پاداش میں گرفتار کیا۔ مگر مجرم ایک انگریز کی مدد سے پولیس کا مقابلہ کرنے اور بھاگ جانے میں کامیاب ہوا۔ اور اس طرح اس نے اپنے جرم کو زیادہ شدید بنا دیا۔ ملزم کا جواب تھا۔ کہ میں ایک اشد ضروری کام کے باعث گھر سے باہر نکلا تھا۔ مگر عدالت نے اس عذر کو ناکافی سمجھ کر ملزم کے خلاف قتل کا فتویٰ صادر کیا۔

نائینو لنڈنی اس وقت قتل گاہ میں کھڑا ہے۔ اور ہزارہا اہل شہر نظر ترحم سے اسکی طرف دیکھ رہے ہیں۔ بیچارہ شکارِ موت ایک بڑے حوصلہ سے کھڑا تھا۔ مگر جب اس نے حاکم کو "مسکراتے" دیکھا۔ تو اسے خیال آیا۔ کہ معلوم نہیں یہ ظالم میرے بعد میرے بال بچوں سے کیا سلوک کرے؟

**سوداگر:** اے خدا کے بندو۔ موت میرے سر پر کھڑی ہے۔ تم جانتے ہو۔ کوئی شخص خوشی سے مرنا نہیں چاہتا۔ لیکن میرا طائرِ روح قفس عنصری سے باطمینان پرواز کر جائیگا۔ اگر جینوا کا حاکم آپ لوگوں کے سامنے عہد کرے۔ کہ میرے بعد میری بیوی اور بچوں سے کسی قسم کی بدسلوکی نہیں ہوگی۔" قتل گاہ سے چند آوازیں سنائی دیں جو غالباً مقتول کے حق میں تھیں۔ مگر حاکم نے نگاہ غضب سے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ اور سب طرف سناٹے کا عالم ہو گیا۔ اس وقت اس بد باطن شخص نے غریب نائینو کی درخواست کے جواب میں کہا: "میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر تمہارے رشتہ داروں سے وہی سلوک ہوگا کہ جسکے وہ مستحق ہیں۔"

نائینو لنڈنی خدا کی جناب میں دعا مانگنے کے لئے دو زانو ہوا۔ جلاد تیار تھا کہ حکم صادر ہو اور وہ نائینو کو بار سے سبکدوش کرے۔ کہ ٹھیک اس وقت "ٹھہرو" کی آواز بجلی کے لہجہ میں سنائی دی۔ جلاد نے ہاتھ روک لیا۔ اور آواز

کی طرف کان لگا کر سننے لگا۔

مسوار "اس قیدی کو چھوڑ دو"

نائنو نے سر اٹھا کر دیکھا تو یہ اسکا دوست اور محسن لارڈ ڈینورز تھا۔

حاکم "اس نابکار کو جو اس سے پہلے بھی امن جینوا میں خلل انداز ہو چکا ہے گرفتار کرو۔ اور سخت سزا دو"

ظالم حاکم جینوا کے سپاہیوں نے ڈینورز کو گرفتار کرنا چاہا۔ مگر جوں ہی انھوں نے اسکا چہرہ دیکھا۔ اور اسکی آنکھوں سے سرخ بجلیاں گرتی ملاحظہ کیں وہ سب کانپ کر پیچھے ہٹ گئے۔ بلکہ بعض تو گھوڑوں ہی سے گر پڑے۔ اس واقعہ کے چند لمحہ بعد ڈینورز نے حاضرین پر کچھ ایسا جادو کیا۔ کہ ایک انبوہ کثیر حاکم جینوا پر ٹوٹ پڑا۔ اور آنِ واحد میں لوٹ کھسوٹ کر کے اسکی بوٹیاں نوچ ڈالیں۔

سوداگر اب آزاد تھا۔ جو بڑی خوشی سے اپنے محسن ڈینورز سے بغلگیر ہوا۔ یہ دونوں بلکر اس مکان میں آئے۔ جہاں بنیکا اور اسکی بھاوج رہتی تھیں۔ اور جسے نائنو ہمیشہ کے لیئے خیرباد کہہ چکا تھا۔ بنیکا اپنے پیارے بھائی کی جان بخشی اور اپنے بہادر عاشق کی دلیری کا خیال کر کے خوشی سے جامہ میں پھولی نہ سماتی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ ڈینورز جادوگر ہے۔ مگر بنیکا اس نظارے کو اس کی غیر معمولی دلیری سے منسوب کرتی تھی۔ اب شادی کی تیاری شروع ہوئی۔ بنیکا ڈینورز کی ہر ایک ادا پر جان نثار کرتی تھی۔ اور وہ کیوں نہ کرتی۔ ڈینورز نہ صرف اسکا دلدادہ اور وفادار عاشق ہی تھا۔ بلکہ اسکے خاندان کا سب سے بڑا محسن بھی تھا۔

اب شادی میں صرف ایک دن باقی ہے۔ شام کے وقت بنیکا اور ڈینورز سیر سے واپس آئے۔ تو ڈینورز اپنے کمپ میں چلا گیا۔ مگر بنیکا غیر معمولی طور پر افسردہ خاطر تھی۔ نائنو نے بنیکا کو مایوس پاکر کہا "پیاری بہن میں جانتا ہوں۔ کہ کل تم مجھ سے جدا ہو گی۔ لیکن اسمیں مغموم ہونے کی کیا بات

ہے" ہم تم سے ہمیشہ ملتے رہا کرینگے" بینیکا نے اس پیشین گوئی کا جو در اصل بالکل غلط اور فرضی تھی۔ کچھ جواب نہ دیا۔

دوسرے دن نائینو اور اسکی بیوی خواب سے بیدار ہوئے تاکہ مہمانوں کی ضیافت وغیرہ کا بندوبست کریں۔ نائینو کی بیوی بینیکا کے کمرے کی طرف گئی۔ مگر اس کا کمرہ خالی تھا۔ نائینو یہ خبر سنکر سراسیمہ وار گھر میں دوڑا۔ ملازموں سے بینیکا کا پتہ پوچھا گیا۔ انھوں نے کانوں پر ہاتھ رکھے۔ بینیکا کی ایک خادمہ تھی۔ اسنے صرف اسقدر کہا" آدھی رات کو بینیکا اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ اسکے بعد مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں گئی" نائینو فوراً ڈینورز کے فرودگاہ کی طرف بھاگا۔ وہاں جاکر اسے معلوم ہوا۔ کہ ڈینورز نے کل آدھی رات کے وقت دو خاص تیز رفتار گھوڑوں پر زین کسنے کا حکم دیا تھا۔ مگر یہہ نہیں بتایا۔ کہ وہ کہاں اور کتنے عرصہ کے لئے جاتا ہے۔ لارڈ ڈینورز کے ملازم نے یہہ بھی کہا۔ کہ میرے آقا کا حکم ہے۔ کہ ہم اپنا اسباب یہاں سے اٹھاکر نارمنڈی کے قلعہ میں واپس چلے جائیں۔

گویا بینیکا اور ڈینورز بھاگ گئے تھے۔ اس وحشت اثر واقعہ سے نائینو کا دل ٹوٹ گیا۔ لیکن اسکے لئے یہہ معمہ لاینحل تھا۔ کہ جب بینیکا اور ڈینورز آزادی سے شادی کرسکتے تھے تو انھیں بھاگنے کی کیا ضرورت تھی؟ اب نائینو نے بیوی کے مشورہ سے سفر کرنے اور اپنی ہمشیرہ کا کھوج نکالنے کا مصمم ارادہ کیا۔ وہ پہلے نارمنڈی میں گیا۔ نارمنڈی سے انگلینڈ میں۔ انگلینڈ سے آئرلینڈ میں۔ اور آئرلینڈ سے جزیرہ سفید میں پہونچا۔ مگر جہاں کہیں وہ گیا ڈینورز کے اجاڑ اور ویران قلعے اسکی نظر پڑے۔ اس طرح آٹھ سال کا عرصہ ہوگیا۔ اور نائینو بیچارہ مایوس و دل شکستہ اپنے وطن میں واپس آکر رہنے لگا۔ اس اثنا میں نہ بینیکا اور نہ ڈینورز کا کچھ حال کھلا۔

مذکورہ بالا پُر درد سانحہ کو بیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ نائینو لنڈنی

جسکے چہرہ پر جھریاں پڑگئی ہیں۔ بستر مرگ پر لیٹا ہوا حالت نزع میں ہے۔ اسکا نوجوان بیٹا لوڈو یکو پائنتی کی جانب بیٹھا ہوا اپنے باپ کو جدا ہوتے ہوئے دیکھ کر سسکیاں لے رہا ہے۔ ڈاکٹر کے علاوہ دو تین شخص بیمار پرسی کے لئے موجود ہیں۔ نائنو نے ان سب سے باہر چلے جانے کی درخواست کی تاکہ اپنے بیٹے کو وصیت کرے۔

نائینو۔ (لوڈو یکو سے خلوت میں) "اے میرے فرزند۔ اس سے پہلے کہ میں تمہاری والدہ مرحومہ کے پاس چلا جاؤں۔ جو کہ اس وقت بہشت میں ہے۔ میں بعض ضروری امور کے متعلق تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ قریب بیس سال ہوئے۔ ایک شخص ڈینو ورنا می نے میرے پاس کچھ روپیہ امانتاً جمع کیا تھا۔ اسکی صحیح مقدار تمہیں کھاتہ میں ملیگی۔ پس جب وہ یا اسکے ورثاء میں سے کوئی شخص تم سے روپیہ مانگنے آئے۔ تو اسکا قرض مع سود کوڑی کوڑی چکا دینا۔ یہ واجب الادا رقم کا شکر بھی تمہارے پاس بے انداز دولت بچ رہیگی۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ تجھے کاغذات سے تمہیں اپنی بہن کا بیچ کشی کا دردناک قصہ معلوم ہوگا۔ کہ کس طرح ڈینو ورنا سے بچا کر لیا گیا جو ہمارے خاندان کی دامن عزت پر ایک ناپاک داغ ہے۔ اب ہماری خاندانی حمیت اس امر کی متقاضی ہے کہ اس بد ذات ڈینوورنا سے انتقام لیا جائے میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ رہا ہے مگر افسوس میں اسمیں کامیاب نہیں ہوا۔ بمصداق "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" یہ کام تکمیل کے لئے میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اگر تم بھی کسی طرح اس کام سے عہدہ برآ نہ ہوسکو۔ تو یہ کام اپنے بیٹے کے سپرد کرنا۔ غرضیکہ یہ سلسلہ جسکی بنیاد انتقام پر ہے کبھی ٹوٹنے نہ پائے جبتک کہ ڈینوورنا یا اسکے خاندان سے پورا پورا بدلہ نہ لیا جائے۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ بدی ایسی خطرناک شئے ہے۔ کہ اسکے بوئے بیج کا کڑوا پھل نسل در نسل چکھنا پڑتا ہے۔ اب تم قسم کھاؤ۔ کہ تم اس مقدس ہدایت کی

تعمیل کروگے۔ اور اپنے خاندان کے دامن سے بدنامی کا دھبہ دھو ڈالوگے"۔

نوجوان لوڈو ویکو نے حلف اُٹھایا۔ اور اسکے باپ کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

نائینو کے بعد لوڈو ویکو دوکان کا کام بڑی عمدگی سے چلاتا رہا۔ ایک دن ایک نوجوان جسکے بال گھونگریالے اور آنکھیں سیاہ چمکدار تھیں اور جسکا حلیہ لارڈ ڈینورز سے ملتا تھا۔ دوکان میں داخل ہوا۔ لوڈو ویکو جھٹ سمجھ گیا۔ کہ وہ ڈینورز کا بیٹا ہے۔ مگر اسکے دیکھتے ہی معلوم نہیں کیوں نوجوان سوداگر کانپ اُٹھا۔

**لوڈو ویکو**:" حضور کیا ارشاد ہے؟"

**نووارد**:" میرا نام لارڈ رینلف ہے اور میں لارڈ ڈینورز مرحوم کا بیٹا ہوں میرے والد نے تیس سال ہوئے کچھ روپیہ تمھاری دوکان میں جمع کرایا تھا وہ تم کب واپس دینا چاہتے ہو؟"

**لوڈو ویکو**:" میں اپنے خاندان کے محسن کی یادگار کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ مگر حضور اگر کچھ عرصہ تک روپیہ طلب نہ فرمائیں تو بڑی مہربانی ہوگی کیونکہ پچھلے ہفتہ میں میرے دو جہاز غرقاب ہوگئے ہیں۔ اور میرے سب سے بڑے ایجنٹ نے دیوالہ نکالدیا ہے۔ ان تین صدموں سے میں تباہ ہوگیا ہوں۔ بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے قرضخواہ مجھے عدالت میں بلائینگے۔ اور جب میں ان کا روپیہ ادا نہ کرسکونگا تو وہ مجھے حوالات میں ڈلوادینگے"۔

**لارڈ رینلف**:" افسوس۔ مگر تم میرے روپیہ کی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ مجھے جلدی نہیں ہے۔ ہاں ایک بات کا جواب دو کہ تمہیں خاندان ڈینورز سے ضرور نفرت بلکہ عداوت ہوگی۔ کیونکہ والد مرحوم سے ایک برائی تمہارے خاندان کے متعلق ہوئی تھی"۔

**لوڈو ویکو**:" حضور یہ تو بتایئے کہ میری پھوپھی کا کیا حشر ہوا۔ کیا وہ قتل ہوگئی؟"

لارڈ رینلف "نہیں ۔ چونکہ والد اس سے پہلے ہی شادی شدہ تھے ۔ اور میں اسی پہلی شادی کا نتیجہ ہوں ۔ اسلئے وہ بیٹا کاسے باقاعدہ شادی نہ کر سکے مگر یوں ہر طرح ہر اس سے اچھا سلوک ہوتا رہا ۔ دس سال سے کچھ اوپر بیتے ہوئے ۔ جب اس نیک عورت نے قضا کی ۔ خیر ہم اسکے متعلق کسی اور موقع پر گفتگو کرینگے ۔ اب میں چلتا ہوں "۔

لوڈو ریکو کا بیان غلط نہ تھا ۔ واقعی اسکے دو جہاز سمندر میں ڈوب گئے تھے ۔ اور وہ ایک لنگوٹی پوش کنگال سے بھی زیادہ مفلس تھا ۔ کیونکہ وہ مقروض تھا ۔ چند روز بعد ایک سنگدل قرضخواہ نے اسپر نالش کر کے اسے حوالات میں ڈلوا دیا ۔ حوالات میں پڑے ہوئے اسے شائد ایک ہفتہ گذر تھا کہ لارڈ رینلف اس سے ملنے آیا ۔ رینلف نے اس کے قرضہ کی تفصیل پوچھی ۔ اور فوراً حاکم جیلخانہ کے پاس جا کر کل روپیہ ادا کر کے لوڈو ویکو کی فوری مخلصی کا پروانہ حاصل کیا ۔ اب نوجوان سوداگر آزاد تھا ۔ اور اسکی گردن پر خاندان ڈینورز کا بار احسان اور بھی وزنی ہو گیا تھا ۔ رینلف نے لوڈو ریکو کو صلاح دی ۔ کہ روپیہ میں دیتا ہوں جنیوا چھوڑ کر تم لنڈن میں چلے جاؤ اور وہاں کاروبار شروع کرو ۔ لوڈو ریکو کو جب یہ خیال آیا کہ وہ کس طرح آہستہ آہستہ رینلف کا ممنون احسان ہوتا جاتا ہے ۔ کہ جس سے اسے انتقام لینا ہے ۔ تو شرم کے مارے اسکے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے ۔ مگر رینلف نے جو اسکا دلی مقصد سمجھ گیا تھا ۔ کہا ۔ اگر تم از سر نو کاروبار شروع کرنے سے انکار کرو گے تو میرا اپنا روپیہ کس طرح ادا کرو گے ؟ لوڈو ریکو نے کچھ اس معقول دلیل سے اور کچھ اپنے ذاتی فائدہ کو مد نظر رکھ کر لنڈن میں جانے اور وہاں سوداگری کرنے پر آمادگی ظاہر کی ۔

کچھ عرصہ بعد ہم لوڈو ریکو کو لنڈن کے لومبرڈ بازار میں ایک بڑے بھاری کارخانہ جواہرات کا مالک دیکھتے ہیں ۔ وہ ایک مشہور کامیاب تاجر ہے

مٹی کو بھی ہاتھ لگاتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے۔ پندرہ سال کے عرصہ میں اس نے لارڈ ڈینورز کا تمام روپیہ ادا کر دیا۔ ۱۴۳۹ء میں اس نے ایک سوداگر کی لڑکی سے شادی کی جس سے دو لڑکے ابی سینڈرو اور قاسمو پیدا ہوئے۔ ابی سینڈرو اکیس سال کا تھا۔ کہ ایک دن یکایک لوڈوریکو لنڈنی کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اس نے دونوں لڑکوں کو بلایا۔ اور دکی مقدس خاندانی وصیت کر کے اس جہان سے چل دیا۔ دو سال بعد ۱۴۴۲ء میں ایک خوبصورت نوجوان لارڈ ہمفری ڈینورز نام اسکے پاس آیا اور کہا میں لارڈ رینلف ڈینورز کا اکلوتا بیٹا اور وارث ہوں۔ چنانچہ تمام حساب وکتاب رینلف کی بجائے ہمفری کے نام کھولا گیا۔

ابی سینڈرو کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ البتہ اسکے چھوٹے بھائی قاسمو کے گھر فرزند ارجمند تولد ہوا۔ اسکا نام مارک تھا۔ اور چونکہ ابی سینڈرو لاولد تھا اس لئے مارک کو اپنا اور اپنے خاندان کا جائز وارث قرار دیا۔

نوٹ:- میں ابی سینڈرو چونکہ مدت العمر پیا ڈینورز کے خاندان سے انتقام نہیں لے سکا اور اب میرا آخری وقت بہت قریب معلوم ہوتا ہے اسلئے آج یکم جنوری ۱۴۸۱ء کو میں اپنے بھتیجے مارک کو جسکی عمر پورے اکیس سال کی ہے بدلہ لینے کا فرض تفویض کرتا ہوں تاکہ وہ جسے خود پورا کرے۔ یا اپنے وارثوں کو اسکے پورا کرنے کی ہدائیت کرے۔

ابی سینڈرو لنڈنی۔

## باب ——— ۹

## شادی

لیڈی اور لیڈی اگر نیتھم تو لنڈنی کی دوکان سے خوش خوش واپس آئے

کیونکہ وہ شادی کی تیاریوں میں ڈورا کے لئے زیورات تیار کر رہے تھے۔ مگر ڈورا کے دل پر اس کتاب کے مطالعہ سے جو اثر ہوا وہ بیان سے باہر ہے وہ جب سے ماسٹر لنڈلی کے کارخانہ سے ہوکر آئی تھی۔ ہمیشہ بے چین رہتی تھی۔ وہ بادشاہ ہنری سے جو بلا ناغہ شام کو اسکی ملاقات کو آتا تھا کبھی تو محبت سے پیش آتی تھی۔ اور کبھی اسکے چہرہ کو تر دد سے دیکھکر سرد مہری اور خوف ظاہر کرتی تھی۔ لارڈ اور لیڈی گرنتھم دل میں ڈرتے تھے کہ مبادا بادشاہ اس سرد مہری سے ناراض ہوکر شادی کا ارادہ ملتوی کردے۔ مگر خیر ۱۳۔ اگست ۱۵۰۶ء کی تاریخ شادی کے لئے مقرر ہوگئی۔

رات کے دس بج چکے ہیں۔ پادری فادر پال قربان گاہ کے سامنے سر جھکائے دعا پڑھ رہا ہے۔ اچانک دروازہ کھلا اور چار شخص داخل ہوئے۔ بادشاہ ہنری۔ ڈورا۔ لارڈ اور لیڈی گرنتھم۔ بادشاہ کا تاکیدی حکم تھا۔ کہ رسوم شادی خفیہ طور پر ادا کیجائیں۔ اسی اخفائے راز کے خیال سے گرجا بھی وہی منتخب کیا گیا تھا جو ویرانہ میں واقع تھا۔ بادشاہ اور لارڈ و لیڈی گرنتھم کے چہرہ سے فتحمندی کے آثار نمایاں تھے۔ مگر ڈورا کا گرجے میں داخل ہوتے ہی رنگ فق ہوگیا۔ بہرحال فادر پال نے ہر ایک کام عمدگی سے سرانجام دیا۔ نکاح نامہ پر شاہی مہر اور دستخط کے علاوہ لارڈ اور لیڈی گرنتھم کے دستخط بطور گواہ کے ثبت ہوئے۔ ایک پادری صاحب نے ایک کاغذ بادشاہ کو اور ایک کاغذ لپیٹ کر ڈورا کو دیا۔ ڈورا جب سے گرجے میں داخل ہوئی تھی ہر چند کہ مایوس اور پژمردہ کھڑی تھی۔ مگر اس کاغذ کے مضمون سے اسکا چہرہ بشاش ہوگیا۔ جسے دیکھکر ہنری نے پیار سے اسکے کان میں کہا "مبارک۔ اب تم ملکۂ انگلستان ہو"۔

لارڈ اور لیڈی گرنتھم نہایت خوش تھے۔ اور اپنی آیندہ خوشحالی کی امیدوں میں خوشی سے جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے۔ اس اثنا میں لیڈی گرنتھم کی

ایک دایہ اتنی رازدار تھی جو وقتاً فوقتاً اپنی رازداری کا انعام اشرفیوں کی تھیلیوں کی صورت میں پاتی رہی۔

# باب ــــــ ۱۰

## مارگریٹ کا قصہ

اَب ہم ایک اور دلچسپ سین ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا واقعات سے چند روز بعد ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت ایک خوش پوش نوجوان گھوڑے پر سوار حدود مُردہ گھر میں داخل ہوا۔ اس نے اصطبل کے سائیس سے پوچھا "تمہارا آقا ماسٹر ڈیوین کہاں ہے؟"

**سائیس۔** (بڑے غور سے سوار کی طرف دیکھ کر) "آہا۔ آپ تو ماسٹر سینٹ لوئیس ہیں۔ وہی ماسٹر لوئیس جو مشہور قطاع الطریق تھا۔ اور جو ڈاکہ زنی کے لئے گھوڑے اور پستول کرایہ پر لیجایا کرتا تھا۔"

**سوار** "چپ رہو۔ پاجی۔ پُرانی باتوں کے ذکر سے کیا حاصل۔ یہ لو اشرفی اسے ہوٹل میں دیکر سات دن خوب مزے کرو۔ اور پُرانی باتوں کو بھول جاؤ۔ اب بتاؤ۔ ماسٹر ڈینوین کہاں ہے؟"

**سائیس** "حضور۔ وہ اندر ہے۔ مگر اُسکے سامنے اس اشرفی کا ذکر نہ کیجیو گا۔"

ماسٹر لوئیس نے مسکرا کر منہ پھیر لیا۔ اور دیوار کے پاس آوازیں دینے لگا "ماسٹر ڈینوین۔ ڈینوین صاحب"۔

**ڈینوین۔** (دروازہ کھول کر) "آہا۔ میرے دوست سینٹ لوئیس! میں آپ کو دیکھ کر خوش بھی ہوا۔ اور متعجب بھی۔"

**لوئیس** "آپ غالباً میری ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ کر متعجب ہوئے ہونگے مگر (آہستہ آواز میں) اب میں ڈاکو نہیں ہوں۔ بلکہ (بلند آواز میں) شاہ انگلستان کا پرائیویٹ سکتر ہوں۔ اور یہ سب کروفر سب اسی رُتبہ کی بدولت ہے۔"

ڈینوین: "خوب!"

لوئیس: "آپ نے اپنے خاندان کی ایک عورت مارگریٹ کا عجیب و غریب حال سنانے کا عہد کیا تھا۔ اُس روز تو میں آ نہ سکا۔ اب حاضر ہوا ہوں۔ اور باتیں پھر کرینگے۔ پہلے اس قصّہ کو ختم کیجیے۔"

ڈینوین اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اس نے اپنا بستر اُٹھایا۔ بستر کے نیچے ایک صندوق تھا۔ اور صندوق کے نیچے ایک چور کمرہ تھا۔ چور کمرے کا تختہ ہٹایا گیا۔ تو اسکے اندر ایک چوبی بکس برآمد ہوا۔ ڈینوین نے بکس کھولا۔ یہ ایک انسان کے سالم پنجر کی ہڈیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ڈینوین کے کمپنی پریسینٹ لوئیس تھوڑی دیر تک اس پنجر کی طرف دیکھتا رہا۔ اس نے اس عقدہ کو وا کرنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ ماسٹر لوئیس نے اپنے ایک سٹول کی طرف اشارہ کرکے بیٹھنے کی ہدایت کی۔ اور مارگریٹ کا معہود قصّہ اس طرح شروع کیا:-

میری کہانی ۱۴۰۷ء سے شروع ہوتی ہے۔ جبکہ پہاڑی علاقہ میں جھیل انرڈیل کے کناروں پر دو عالی شان محل واقع تھے۔ ان میں ایک محل دوسرے سے بہت زیادہ امیرانہ اور عالیشان تھا۔ دوسرے محل کو محل کی نسبت ہال کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اور چونکہ یہ خاندان ڈینوین کے قبضہ میں تھا۔ اسکا نام ڈینوین ہال مشہور تھا۔

عالی شان محل کا نام ڈینورز محل تھا۔ کیونکہ وہ خاندان ڈینورز کے قبضہ میں تھا۔ ڈینورز اور ڈینوین خاندانوں میں زمانہ قدیم سے دشمنی چلی آتی تھی ایک خاندان دوسرے کو برباد بلکہ معدوم کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ مختلف وقتوں میں ہر ایک کو دل کا بخار نکالنے کے موقعے ملتے رہے۔ مگر خاندان ڈینورز اپنے حریف خاندان سے زیادہ طاقتور تھا۔ چنانچہ چند ہی سال ہوئے ہونگے کہ اس نے آخرالذکر کے ملازموں اور سپاہیوں پر جو نہایت قلیل التعداد تھے حملہ کیا

اور مخصیں چن چن کے قتل کر ڈالا۔ ڈینوین ہال بھی جلا کر خاک سیاہ کر دیا گیا تھا۔ یہ ڈینوین ہال جسکا ذکر اوپر ہوا ہے از سر نو تعمیر کیا گیا ہے۔

اسی زمانہ میں لارڈ ڈینورز نے انتقال کیا۔ اسکا بیٹا لارڈ والفرڈ ڈینورز اسکا جانشین ہوا۔ مگر اسکو یہ خطاب حاصل کئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ وہ ڈینورز ہال کو چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔ اسکے بعد لیونیرز ڈینولین نے اپنے ڈینوین ہال کو دوبارہ آراستہ کیا۔ یہ واقعہ ۱۸۲۰ء کا ہے ایک دن ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ سر ڈینوین اپنی سہیلیوں اور چند ہم آفتاب چہرہ ماہتاب بیٹی مارگریٹ کے ساتھ جھیل کے کنارے ٹہل رہا ہے۔ مارگریٹ کا حسن اپنے علاقہ میں مشہور تھا اس لئے سب لوگ اسے پیار سے "گل بہار" کہکر پکارتے تھے۔

ڈینوین بڑا قوی ہیکل اور بارعب شخص تھا۔ اسنے اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی عظمت کو کسیقدر حاصل کیا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ جبتک میں خاندان ڈینورز کو بالکل تباہ و برباد نہ کرلوں مجھے چین نہیں آسکتا۔ اسلئے وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ مارگریٹ کی شادی کسی ایسے عالی مرتبہ نوجوان سے ہو۔ جو اسکا زور بازو ثابت ہو اور اسے ڈینورز سے انتقام لینے میں پوری مدد دے۔

جبکہ باپ اور بیٹی چہل قدمی کر رہے تھے اول الذکر نے موقع پاکر اسطرح سلسلہ جنبانی کی:۔

"لارڈ گلن مورس ایک وجیہہ بیس سالہ جوان ہے اور اسکے طاقتور ہونے میں بھی کلام نہیں"

**مارگریٹ** - "شکریہ ابا جی!"

**ڈینوین** "میرا ارادہ ہے بلکہ میری درخواست ہے۔ کہ تم لارڈ موصوف سے شادی کرو۔ وہ حسین ہے۔ بہادر دلیر سخی اور شجاع ہے اور ہر طرح

پر تمھارے قابل ہے۔ چونکہ مجھ کو تمھاری سعادت مندی کا پورا یقین تھا اس لئے میں نے تمھاری اجازت کے بغیر اس سے کہدیا۔ کہ مارگریٹ تم سے شادی پر رضامند ہے
مارگریٹ۔ (متفکر ہو کر) "میں تو گلن مورس کو جانتی بھی نہیں۔"
ڈینوین۔ "تمھارا اسے جاننا کیا ضروری ہے؟ میں تمھارا خیر اندیش ہوں اور تمھیں بتا دیتا ہوں۔ کہ وہ ہر طرح تمھارے لایق ہے۔"
مارگریٹ۔ (افسوسناک لہجہ میں) "میری چچی خدا انھیں جنت نصیب کرے کہا کرتی تھیں۔ کہ جب آپ نے میری والدہ مرحومہ سے شادی کی تو آپ دونوں کو ایک دوسرے سے بے انتہا محبت تھی۔ یہہ اسی محبت کا نتیجہ تھا۔ کہ میرے والدین کی زندگی امن سے بسر ہوئی۔"
ڈینوین۔ "میں تمھارا مطلب نہیں سمجھا۔"
مارگریٹ۔ (سر جھکا کر) "جناب میری غرض یہہ ہے۔ کہ مجھے آپکے لارڈ گلن مورس سے دلی محبت نہیں۔ اور جبتک محبت نہ ہو۔ شادی نہ ہونی چاہئے۔"
ڈینوین۔ "اے عزیز بیٹی۔ تجھے کیا معلوم ہے؟ کہ تو نے ان الفاظ سے اس وقت میرے دل کو کسقدر صدمہ پہونچایا ہے؟ میری نظر میں کئی وجوہات سے تمھاری شادی لارڈ گلن مورس سے ہونی چاہئے۔ پہلی بڑی بات تو یہہ ہے کہ میں اس طاقتور شخص کی مدد سے ڈینور زہال کو تباہ کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس لعنتی خاندان کا جس نے ہمارے بزرگوں کو اسقدر ایذائیں دیں۔ صفحہ ہستی سے نام و نشان تک مٹ جائے۔"
مارگریٹ۔ (بات کا پہلو بدلنے کے لئے) "آبا۔ جہانتک مجھے یاد ہے اس خاندان نے آپ تو آپ کو کبھی تکلیف نہیں دی۔"
ڈینوین کا چہرہ مارے غصّہ کے لال ہو گیا۔ اس نے کہا "افسوس۔ تمھارے دل میں اس نفرت کا ایک شمہ بھی پایا نہیں جاتا۔ جو موروثی طور پر تمھاری فطرت میں ڈینور [illegible] کی طرف سے ہونی چاہئے۔"

**مارگریٹ** "مَیں نے سُنا ہے۔ کہ لارڈ ڈلٹر ڈینورز کا انتقال ہوگیا۔ اور اب سبھی بنجاسے اُسکا نوجوان بیٹا لارڈ رنیلف ڈینورز کل جائیداد کا وارث ہے"۔

**ڈینوین** "ہوگا۔ مگر ہمیں کیا۔ میرے سامنے اِس جہنمی خاندان اور اس کے ممبروں کا نام نہ لو۔ میں ان سب آدمیوں کے جسموں کو خون میں لتھڑا ہوا۔ اور ان کے محلات کو کھنڈرات سے زیادہ ویران حالت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ خیر شادی کے متعلق گویا فیصلہ ہوگیا کہ مَیں کل لارڈ گلن مورس کے ہاں جاؤں اور اسے خوشخبری دیدوں کہ مارگریٹ بارادہ شادی تم سے ملاقات کرنے پر رضامند ہے"۔

مارگریٹ اِس زبردستی کے فیصلہ کے جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مگر وہ رُک گئی۔ آج تک اس نے کبھی اپنے باپ کی حُکم عدولی نہیں کی تھی۔ اور اب بھی وہ ہمکی دل شکنی کرنے کو تیار نہ تھی۔

اِن کا مکان چونکہ قریب آگیا تھا۔ نائٹ تو اندر چلا گیا۔ اور مارگریٹ جھیل کے کنارے کنارے ٹہلنے لگی۔ اِس گفتگو سے اسکے دل پر مایوسی کا عالم طاری ہوگیا تھا۔ جسے رفع کرنے کے لئے وہ دوبارہ سیر کی آرزومند تھی۔ اسکے لب شرے سے حسرت برس رہی تھی۔ اسکی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ گلن مورس سے متنفر یا کسی اور نوجوان سے مانوس تھی۔ وہ صرف اِس اصول کے خلاف تھی۔ کہ کیوں باپ خود غرضی میں آکر بیٹی کی شادی اسکی رضامندی کے خلاف کردے۔

اب آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ تھوڑی دیر میں مغرب میں نارنگی شوخ رنگ پھیل گیا۔ پھر وہ سُنہری ہوا۔ اور دیکھتے دیکھتے صرف تھوڑی سی روشنی باقی رہ گئی جو آہستہ آہستہ تاریکی میں تبدیل ہونے لگی۔

مگر مارگریٹ اِس انقلاب سے بے خبر جھیل کے کنارے کنارے سرنگون جارہی تھی۔ خیالات میں مستغرق۔ اِس نے بے احتیاطی سے جو پاؤں رکھا تو وہ پھسلا اور دوسرے لمحہ میں مارگریٹ پانی میں جا پڑی۔ مگر اس سے پیشتر کہ وہ ایک غوطہ بھی کھاتی۔ ایک نوجوان نے جو لباس فاخرہ پہنے پاس کھڑا تھا اُسے

پکڑ لیا۔ مارگریٹ نے ہوش میں آکر اپنے نجات دہندہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور واپس جانے لگی۔ تو نوجوان بھی اسکے ساتھ چل کھڑا ہوا۔ ڈینوین ہال کے سامنے جاکر مارگریٹ نے اس سے اندر آنے اور لباس تبدیل کرنے کے لئے کہا۔ مگر نوجوان باادب سلام کر کے نظر سے اوجھل ہو گیا۔

مارگریٹ گھر آئی جہاں نائیٹ ہنسکا منتظر بیٹھا تھا۔ مارگریٹ نے اپنے باپ سے دریا میں گرنے اور بال بال بچنے کا مفصل واقعہ کہہ دیا۔

**نائیٹ** "میں تمہاری اس بے احتیاطی سے خوش نہیں ہوں۔ خدانخواستہ اگر تمہارے دشمنوں کو کچھ ہو جاتا تو پھر میرا ٹھکانہ کہاں تھا۔ خیر گذشتہ را صلواۃ وآئیندہ را احتیاط۔ ہاں۔ ہاں وہ جوانمرد کہاں ہے جس نے تمہاری جان بچائی"

مارگریٹ نے اس سوال کا کچھ جواب نہ دیا۔ اس رات اسکی آنکھوں میں نیند حرام ہو گئی بار بار وہی دلکش اور پیاری صورت جس نے اسے موت کے پنجہ سے نکالا تھا۔ اسکے سامنے آتی تھی۔ صبح سویرے ہی نائیٹ تو گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکل کھڑا ہوا۔ اور مارگریٹ نے چپ چاپ اپنی پیاری جھیل کا رخ کیا۔ تھوڑی دور جاکر اس نے کسی کو پتھر پر بیٹھے دیکھا۔ اور جب یہ شکل زیادہ قریب آئی تو اس نے پہچان لیا۔ کہ یہ ہنسکا محسن اور رمز لی وہی نوجوان ہے جسکی شکل رات بھر اسکی آنکھوں میں پھرتی رہی ہے۔ نوجوان نے ٹوپی اتار کر بڑے ادب سے سلام کیا۔ مارگریٹ کا چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ شائد اسکے دل میں خوشی کے ساتھ محبت بھی پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ جب نوجوان ہنسکا ہاتھ پکڑ کر آگے کو روانہ ہوا۔ جو کہ خلاف ادب تھا۔ تو مارگریٹ ناراض کی بجائے بشاش دکھائی دیتی تھی۔ اس وقت اسکے نازک معصوم دل میں اس قسم کے جذبات پیدا ہوئے کہ جن کی ہستی کا اس سے قبل اسے کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا۔

دونوں پل پر سے گذرے۔ گفتگو مختلف پہلوؤں پر ہوتی رہی۔ نوجوان کا لب ولہجہ ایسا دلکش تھا۔ اور اسکے بیان میں ایسی فصاحت تھی کہ مارگریٹ

اپنے ہمراہی کے لفظوں کو پھول سمجھ کر ان سے محبت کی خوشبو لیتی اور خوش ہوتی تھی۔ نہ صرف اسکی باتیں ہی پیاری تھیں بلکہ وہ خود حسن مجسم اور پیارا تھا۔ اب قریباً تین گھنٹے گذر گئے اور وہ دونوں واپس روانہ ہوئے۔ پُل سے اتر کر نوجوان نے جانے کی اجازت چاہی۔

**مارگریٹ** "مہربانی سے ہمارے مکان تک قدم رنجہ فرمائیے۔ میرے والد آپ سے ملکر بہت خوش ہونگے"

**نوجوان** - (متفکرانہ لہجہ میں) "افسوس میں اُن سے نہیں مل سکتا۔ بلکہ اگر آپ میرے بھلے میں راضی ہیں تو اس دوبارہ ملاقات کا ذکر اپنے والد سے نہ کرنا اسکی وجہ کل عرض کروں گا"

یہہ کہکر اس نے مارگریٹ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور اس معصوم لڑکی کے جواب کا انتظار کئے بغیر مؤدبانہ سلام کرکے رخصت ہوا۔

مارگریٹ اب عجیب مشکل میں تھی۔ اگر وہ باپ سے ملاقات کا ذکر کرتی ہے۔ تو معلوم نہیں کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور اگر بالکل خاموش رہتی ہے تو ایک غیر نوجوان کے ساتھ آوارہ پھرنے کا الزام اسکے کندھوں پر آتا ہے۔ اس عقدہ کے وا کرنے کی فکر ہی میں وہ گھر پہونچ گئی۔ جہاں جاکر اسے معلوم ہوا۔ کہ اسکا والد لارڈ گلن مورس سمیت ابھی باہر سے آیا ہے۔

مارگریٹ نے پہلے کمرے میں جاکر لباس تبدیل کیا پھر باپ کے پاس جہاں گلن مورس اسکے انتظار میں چشم براہ تھا آگئی۔ یہہ نوجوان اسے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور بڑے ادب سے اسکے ہاتھ پر بوسہ دیکر جواب کا انتظار کرنے لگا۔

مارگریٹ نے اس محبت آمیز پیام کا جواب خاموشی میں دیا بلکہ اسکی نگاہوں سے غضب کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ نائیٹ یہہ سمجھ کر کہ مبادا مارگریٹ زبان سے سخت کلمات نکالدے۔ اور اسکی ریاکاری کا بھانڈا پھوٹ پڑے۔ مارکوئس کے پاس جاکر بڑی سادگی سے اُسکے سنہری بالوں کو سنوارنے لگا۔ اور ...

"یہ بڑی نیک لڑکی ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ حیاشعار (لارڈ گلن مورس سے مخاطب ہو کر) خوش نصیب لارڈ۔ آپ خیال فرمائیں کہ آپ کو کیسی وفادار اور محبت پرور دائمی رفیقہ ملنے والی ہے"۔ لیکن جس کی تعریف کیجاتی تھی وہ اس تعریف سے سخت متنفر تھی۔

نائیٹ کا غصہ اب شرمندگی میں تبدیل ہونے لگا۔ اس نے بخیال مصلحت گفتگو کا پہلو بدلکر سوال کیا "بھلا وہ شخص آج بھی تم سے ملا یا نہیں؟" مارگریٹ ہاں کہنے کو تھی۔ مگر کسی وجہ سے اُسکا ارادہ بدلگیا۔ اور اُس نے جواب دیا۔ "نہیں میں نے اُس شخص کو نہیں دیکھا"۔

یہ پہلی دفعہ تھی کہ اُس پاک لڑکی نے اپنے باپ کے سامنے جھوٹ کہا تھا۔ مگر ہم اسے کیس طرح خطاوار کہہ سکتے ہیں۔ جب خود اُسکے باپ ہی نے اُسے جھوٹ بولنا سکھایا تھا۔ ورگلن مورس سے جھوٹ موٹ کہدیا تھا۔ کہ مارگریٹ اس سے شادی کرنے پر رضامند ہے۔

دوسرے دن مارگریٹ حسب معمول پل کی طرف روانہ ہوئی جہاں اسکا عاشق صادق اُسکے انتظار میں اشتیاق مجسم بنا ہوا تھا۔ وہ بڑی خوشی سے اٹھکر اُس سے ملا۔ اور اُسکے ہاتھوں کو بہت دیر تک چومتا رہا۔

**نوجوان** :- اے میری جان مجھے کامل یقین تھا کہ تم مجھ سے ملوگی۔ اور مجھے ناامید نہیں کروگی۔ تمھیں دیکھنے سے میری جان میں جان پڑتی ہے۔ شاید تم طلسم مجسم ہو کہ تم نے میرے دل دماغ اور روح کو اپنا بنالیا ہے۔ ہاں ہاں میری زندگی صرف تمھاری بدولت ہے۔ میں تم کو اُس صداقت سے محبت کرتا ہوں کہ جو صداقت آج تک کبھی کسی عاشق نے اپنے معشوق کی نذر نہیں کی۔ مگر میری تسلی کے لئے بتاؤ کہ کیا تمھیں بھی مجھ سے محبت ہے"۔

ان الفاظ نے مارگریٹ کے دل پر عجیب اثر کیا۔ اُسے شاید پہلی دفعہ معلوم ہوا کہ سحر عشق کی فسونگری کس جانور کا نام ہے۔

**مارگریٹ** "میں بھی صدقِ دل سے تم سے محبت کرتی ہوں"۔

نوجوان بے صبر عاشق اپنی معشوقہ کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور اٹھکر اُسے چھاتی سے لگا لیا۔

**مارگریٹ** "تم نے ابھی تک مجھے اپنا نام نہیں بتایا"۔

**نوجوان**۔ (تامل کے بعد) "اے جانِ جہاں میں اپنے بزرگوں کی عادت کا معاوضہ محبت میں دینے والا غلام بے دام ہوں۔ یعنے میرا نام لارڈ ڈینورز ہے"۔

**مارگریٹ**۔ (حیران ہوکر) "بہت اچھا ہوا کہ ابھی تک میری باپنے آپکی شکل نہیں دیکھی اور نہ وہ اس رازِ الفت سے آگاہ ہے۔ ورنہ غضب ہی ہوگیا ہوتا"۔

**ڈینورز** "میری پیاری۔ کیا میں نے کہا نہیں تھا۔ کہ اس بات کو اُن سے مخفی رکھنا چاہئے۔ بلکہ میرا تو یہہ ارادہ ہے کہ . . . . . "

ڈینورز نے اُسوقت اپنا ارادہ ظاہر کرنا نامناسب سمجھکر فقرے کو نامکمل چھوڑ دیا۔

چھ ہفتہ تک عاشق و معشوق ہر روز پل پر یا اُسکے قریب ملاقات کرتے تھے آخر ایک دن ڈینورز نے کہا "پیاری آئے دن کے بیم و یاس سے یہہ بدرجہا بہتر ہے کہ ہم دونوں بھاگ چلیں۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کے والد ہرگز ہماری شادی کی اجازت نہیں دینگے"۔

**مارگریٹ** "آپکے ارشاد کی تعمیل میں مجھے کس طرح انکار ہوسکتا ہے مگر اس مقدس معاملہ میں جلد بازی مناسب نہیں۔ میں آجکل اس کوشش میں ہوں کہ ڈینورز اور ڈینوین خاندانوں کی عداوت کا نشان دلوں سے محو ہو جائے۔ اگر اسمیں مجھکو کامیابی نہ ہوئی تو پھر جیسا آپ کہیں گے میں ویسا ہی کرونگی"۔

گلن مورس ڈینوین ہال میں ڈینورز اکثر آتا رہا۔ مگر مارگریٹ کی بے التفاتی اسے مایوس کرنے کے لئے کافی تھی۔ نائیٹ ڈینوین اپنی لڑکی کی بدسلوکی سے سخت ناراض تھا۔ اسلئے شکوک ضرور خوفناک صورت اختیار کر لیتے اگر اسے لارڈ رقیب ڈینورز کی محبت کا ذرا بھی علم ہوتا۔ لیکن وہ خونِ جگر پی کر خاموش ہوگیا تھا۔ اور کسی عمدہ موقع کے انتظار میں تھا۔

ایک دن نائیٹ اور مارگریٹ میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ نائیٹ نے سلسلۂ کلام یوں شروع کیا۔ "میری لختِ جگر مارگریٹ۔ چونکہ تمہارا دلدادہ گلن مورس جلد شادی ہو جانے پر بہت مصر تھا۔ اس لئے میں نے خود ہی اگلے ہفتہ میں شادی کی تاریخ مقرر کر دی ہے۔ آج سے تم زیورات اور لباس کی تیاری شروع کر دو۔"

مارگریٹ خاموش تھی۔

نائٹ: "تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ تمہارا شوہر بڑا ذی عزت، اقبالمند، خوشرو، بہادر اور عقلمند ہے اور غالباً تمہیں معلوم ہوگا کہ اس شادی سے میرا اصلی مطلب کیا ہے؟"

مارگریٹ: "مجھے معلوم نہیں۔"

نائٹ: "وہ دیکھو، جو قلعہ سامنے دکھائی دیتا ہے وہ اُس خاندان کا ہے جس سے ہمیں صدیوں سے عداوت چلی آتی ہے۔ اور جس نے ایک زمانہ میں ہمارے ڈینون ہال کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ ہمارے ملازموں اور مزارعوں کو بھی قتلِ عام کیا تھا۔ اب میرا ارادہ یہ ہے کہ تمہاری شادی کے بعد ایک دفعہ لارڈ گلن مورس کی مدد سے دل کا بخار نکالوں۔ میرا دل صرف اسی صورت میں ٹھنڈا ہو سکتا ہے جبکہ اس قلعہ پر شبخون مار کر بچے بوڑھے عورت مرد سب کو تہ تیغ کروں اور قلعہ کو آگ لگا دوں۔"

مارگریٹ: "خدا کرے اس کینہ و حسد کی آگ آپ کے دل میں بجھ جائے۔"

نائٹ۔ (شیخی کے لہجہ میں) "یہ آگ بجھ سکتی ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک دن ضرور بجھے گی۔"

مارگریٹ۔ (خوش ہو کر) "کب؟"

نائٹ: "جب ڈینورز خاندان کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائیگا۔"

مارگریٹ نے غصہ سے منہ پھیر لیا۔ اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ وہ ابھی دروازہ کے قریب ہی تھی کہ ایک سوار ڈینون ہال میں داخل ہوا۔ یہ نائٹ کا بھتیجا تھا۔ اور اسکا نام روجرز ڈینون تھا۔ بڑے نائٹ ڈینون نے اسے شادی پر مدعو کیا تھا۔ روجرز مارگریٹ کو دیکھتے ہی پہچان گیا۔ اس نے مارگریٹ کو شادی کی مبارکباد دی۔ مارگریٹ کا جواب خشک اور بازو سا نہ تھا۔

روجرز سے نائیٹ بڑی خوشی سے بغلگیر ہوا۔ اس نئے مہمان کا سلوک گو نیاک و محبت سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن مارگریٹ کو بہت ناگوار گذرا۔ کیونکہ اسکی طول و طویل گفتگو نے اس روز مارگریٹ کو باہر جانے اور اپنے عاشق سے ملنے کی اجازت نہ دی۔ دوسرے صبح کو جب وہ بیدار ہوئی تو موسلا دھار مینھ برس رہا تھا۔ یہہ آسمانی صدمہ "قہر درویش بر جان درویش" خاموشی سے برداشت کرنا پڑا۔ دوسرے تیسرے اور چوتھے روز بھی بارش ہوتی رہی۔ گویا آسمان مارگریٹ کی مجوزہ شادی پر غم کے آنسو بہا رہا تھا۔ پانچویں دن خدا خدا کرکے ابر کھلا۔ اور مطلع صاف ہوا مارگریٹ نے اپنے عاشق سے ملنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ وہ مکان سے باہر نکلی ہی تھی کہ دور سے ریلف ڈینورز کی شکل دکھائی دی۔ وہ ایک دوسرے کے گلے لپٹ گئے۔ اس خوشی سے جو آج تک کبھی انھیں نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ڈینورز نے اپنے انتظار کا قصہ سنایا۔ اور مارگریٹ نے بالتفصیل بیان کیا۔ کہ کس طرح ڈینوین حال میں شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور نائٹ ڈینورز محل پر چھاپہ مارنا چاہتا ہے۔

ڈینورز: "خدا گواہ ہے اور تمھارا دل بھی جانتا ہے کہ اب میں زیادہ عرصہ تک جدائی کا صدمہ سہار نہیں سکتا۔ میں تم سے بمنت درخواست کرتا ہوں کہ میرے ساتھ بھاگ چلو۔"

مارگریٹ جس نے چند روز پیشتر اس سوال کا جواب بڑے زور سے نفی میں دیا تھا۔ اب خاموش رہی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی باہیں ڈینورز کے گلے میں ڈالدیں جسکا مطلب ڈینورز ایسے ماہر کوچۂ عشق سے مخفی نہ تھا۔

ڈینورز: "جب میں تم کو لیکر بھاگ جاؤں گا۔ اور گلن مورس کے لئے باقی سوائے حسرت کے اور کچھ نہ رہیگا۔ تو وہ دست پشیمان ملتا رہیگا۔ اور رو رو کر اپنے دوستوں سے کہیگا۔ اڑ گئی سونے کی چڑیا ہاتھ میں پر رہ گیا۔ کیوں پیاری گلن مورس یہی کہیگا ناں؟"

مارگریٹ۔ (تشکر آمیز) "ہاں ایسا ہی ہوگا۔"

ڈیئورز۔ (لبشاش لہجہ میں) "میں تمھاری اس رضامندی کی تعریف کس منہ سے کروں؟ اب خدا کے فضل سے ہم دونوں زندگی کی بہار لوٹیں گے۔ اے مہ جبین مارگریٹ کل رات ٹھیک گیارہ بجے میں یہاں دو تیز رفتار گھوڑے لاکر تمھارا انتظار کرونگا۔ اور اگر تم نے دیر کی، تو مجھے ایک ایک لحظہ ایک ایک سال کی طرح بھاری ہو جائیگا۔"

مارگریٹ۔ "شاید میں نے آپ سے یہ نہیں کہا۔ کہ ہماری ایک خادمہ جو بڑی وفادار اور نیک عورت ہے اور جسکا نام الائس ہے ہمارے اس راز الفت سے واقف ہے۔ ایک دن اس نے ہم دونوں کو یہاں دیکھ پایا تھا۔ جب اس نے اشارتاً مجھ سے آپ کی ملاقات کا ذکر کیا۔ تو مجھے کل حال کہدینا پڑا۔ مگر خیر اسمیں گھبرانے کی کچھ بات نہیں۔ وہ مجھ سے بڑی محبت کرتی ہے۔ اور اس نے اخفائے راز بلکہ میری مدد کی حلف لے رکھی ہے۔ اگر کچھ ہرج نہ ہو تو میں اسکو بھی ساتھ ہی لیتی آؤں۔"

ڈیئورز۔ "اگر وہ ایسی ہی نیک راز دار ہے جیسی کہ تم کہتی ہو۔ تو میں اسکا ممنون ہوں مگر تم میری محبت پر بھروسہ رکھو۔ فی الحال الائس کے لانے کی ضرورت نہیں ہے کل صبح ہی تو ہمارا نکاح پڑھا جائیگا۔ اسکے بعد آپ کو اختیار ہوگا کہ الائس کو خفیہ یا علانیہ بلوالیں۔"

مارگریٹ۔ (سامنے قلعہ کی طرف اشارہ کرکے) "کیا نکاح کی رسوم اس قلعہ میں ادا ہونگی۔"

ڈیئورز۔ "نہیں۔ یہاں آپکے والد بزرگوار اور چچازاد بھائی روجرز کی تلوار کا خطرہ ہے۔ اگرچہ وہ تمہیں میری آغوش سے چھین نہیں سکتے۔ مگر اس فتنہ و فساد سے کیا حاصل ہے؟ میرا ایک اور قلعہ ہے جو صرف چند گھنٹوں کا رستہ ہے نکاح وہاں ہوگا"

مارگریٹ۔ "آپ کی ہر ایک تجویز قابل صاد ہے۔ اور میں اسکی پیروی کرنے پر آمادہ ہوں"

سپردم بتو مایۂ خویش را ۔ تو دانی حساب کم و بیش را

عاشق و معشوق خوش خوش ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ مارگریٹ خدا کی شکر گذار تھی۔ کہ سوائے الائس کے اور کوئی اسکے راز سے آگاہ نہیں ہے۔ گھر جاکر

اُس نے اپنی وفادار خادمہ سے تنہا بھاگنے کا قصد ظاہر کیا۔ جو سنتے ہی زار و قطار رونے لگی۔ مگر مارگریٹ نے اُسے تسلی دی کہ چند روز میں تمھیں بھی بلا لیا جائیگا۔

حاصل کلام مارگریٹ اب اُس مبارک وقت کی منتظر تھی جو اُسے ہمیشہ کے لئے ڈینورز سے ملا دینے والا تھا۔ مگر وہ بظاہر بیاہ کی پوشاک کی تیاری میں لگی ہوئی تھی تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔

رات کے دس بج چکے ہیں۔ نائٹ اور روجرز جیکے سر پر شراب کا دیو سوار ہے۔ ڈینورز ہال پر چھاپہ مارنے کی تجاویز پر گفتگو کر رہے ہیں۔ یہہ گفتگو آہستہ آہستہ بحث میں تبدیل ہونے لگی۔ حتےٰ کہ چچا بھتیجے میں سخت الفاظ تک نوبت پہونچی۔ نائٹ کہتا تھا۔ کہ دشمن کا قلعہ برباد کرنے کا عمدہ طریق مغربی سمت سے حملہ کرنا ہے۔ روجرز اِس تجویز کا مخالف تھا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ حملہ جنوبی سمت سے کرنا چاہئے۔ اِس تکرار کا نتیجہ یہہ ہوا۔ کہ دونوں نے اُسی وقت قلعہ کے قریب جانے اور موقع پر کھڑے ہو کر امر متنازعہ کے فیصلہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں میں کون سچا ہے؟ اور کون جھوٹا؟ جب وہ پُل سے آگے بڑھے تو اُنھوں نے ایک عورت کو گھوڑے پر سوار اور ایک مرد کو گھوڑے کے پاس کھڑا ہوا پایا۔ یہہ مارگریٹ اور ڈینورز تھے۔ نائٹ فوراً تاڑ گیا کہ معاملہ کیا ہے؟

"اوہو۔ مارگریٹ ایک غیر شخص کے ساتھ بھاگنے کو ہے۔"

نائٹ کے منھ سے یہہ فقرہ نکلا ہی تھا کہ دلیر روجرز نے آگے بڑھ کر گھوڑوں کو روک لیا۔ ڈینورز فوراً ایک گھوڑے پر چڑھ گیا اور مُقابلہ پر آمادہ ہوا۔

اتنے میں نائٹ بھی برہنہ تلوار لئے ڈینورز کے قریب پہونچا۔ وہ چاہتا تھا کہ سوار کو تلوار کے ایک ہی ہاتھ سے صاف اُڑا دے۔ لیکن اُسکا ہاتھ (معلوم نہیں کیوں؟) وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا۔

**سوار۔** "پیچھے کھڑے رہو۔ تم میرا رستہ نہیں روک سکتے۔"

**نائٹ۔** (ڈینورز کا چہرہ پہچان کر) "ایں ڈینورز۔ پاجی ڈینورز۔ ہماری خاندانی

کاؤنٹس ڈینورز۔ روجرز. اس بدذات کو جلنے نہ دینا۔"

روجرز شیر ببر کی طرح جھپٹا۔ مگر ڈینورز بڑے اطمینان سے اپنی جگہہ پر کھڑا رہا۔ اُس نے اپنی کرپچ سے روجرز کی تلوار کو چھو دیا جو فوراً ٹکڑے ٹکڑے ہوکر کئی گز دور جا پڑی۔ اور صاحبِ تلوار بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ نائٹ ڈینوین بالکل خاموش کھڑا تھا۔ اُس نے اپنی آنکھوں سے مارگریٹ اور ڈینورز کو گھوڑوں پر سوار پل پر گذرتے دیکھا۔ لیکن اُسکے حواس اُسے جواب دے چکے تھے۔ وہ بالکل خاموش کھڑا رہا۔ حتے اکہ دونوں گھوڑے اور سوار اُسکی نظر سے غائب ہو گئے۔ اب وہ دفعتاً اُس طلسم کے صدمہ سے خبردار ہوا۔ اُس نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو جو چیز زمین پر بیحس و حرکت پڑی تھی وہ روجرز کا جسم نہیں بلکہ اُسکی لاش تھی۔

یہہ لاش اُسی وقت ڈینوین ہال میں لائی گئی۔ نائٹ نے جسکے غصہ کی کچھ انتہا نہ تھی لاش کے سامنے صدق دل سے حلف لی۔ کہ "تیری ہڈیاں اُس وقت تک عیسوی رسوم کے مطابق دفن نہ کیجائینگی جبتک تیرا انتقام خاندان ڈینورز سے نہ لیا جائیگا۔"

دوسرے دن روجرز کا چھوٹا بھائی پارک بھی اس سانحہ جانکاہ کی خبر سنکر اپنے بھائی کے ماتم کے لئے ڈینوین ہال میں آیا۔ نائٹ کی شکستہ دلی کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ اسکا زخمی جسم ہی اسکے لئے بارگراں نہ تھا۔ بلکہ اب سے زندگی بھی ایک تکلیف دہ بوجھ محسوس ہوتی تھی۔ تیسرے دن اُسکی حالت دگرگوں ہوگئی۔ اُس نے اپنے بھتیجے پارک کو بلایا اور متانت اور افسوس کے لہجہ میں اُس سے کہا:۔

"میری اُمیدوں کے ماوا و ملجا پارک۔ تمہیں معلوم ہے۔ کہ خاندان ڈینوین کو خاندان ڈینورز سے کیسی اور کتنی مدت کی عداوت ہے۔ اب یہہ آگ اس حادثہ سے بھی اور زیادہ مشتعل ہوگئی ہے۔ جسکا مفصل حال تمہیں معلوم ہے۔ یہہ ہڈیاں (تابوت کی طرف اشارہ کرکے) تمھارے بھائی روجرز کی ہیں۔ اور میری آرزو ہے کہ انھیں عیسوی رسم کے مطابق اُس وقت تک دفن نہ کیا جائے جبتک کہ روجرز کا بدلہ نہ لیا جائے۔ تو میرے سامنے قسم کھا کہ تو میری آرزو پوری کریگا۔ اور اگر خود پوری

نہ کرسکا تو اپنی اولاد کو بہی تاکید کر یگا"

پارک نے مقدس حلف لی اور مریض نائٹ نے دم توڑ دیا۔ اس خوفناک واقعہ کو کئی سال گذر گئے زمانہ کے ظالم ہاتھوں سے ڈینوین ہال کا نشان تک مٹ گیا۔ ہاں اسکی مقدس اور آخری نشانی یہہ صندوق باقی ہے جو اس خاندان کے آخری وارث کے پاس ہے۔

بڈہا ڈینوین یہہ کہکر خاموش ہوگیا۔ اور اسکے ایک دو آنسو اسکی مغموم آنکھوں سے ٹپک کر اسکے جھری وار چہرہ پر بہنے لگے۔

**لوئیس**:۔ تو گویا اب تم خاندان ڈینوین کے آخری ممبر ہو۔ اور لارڈ ڈینورز سے انتقام لینے پر کمر بستہ ہو؟"

**ڈینوین**:۔ اسمیں کیا شک ہے؟ میں اس ملعون خاندان سے ضرور بدلہ لونگا۔ دو سال ہوئے میرا خیال تھا۔ کہ میں نے اس خاندان کے آخری وارث لارڈ لائنل ڈینورز کو قتل کرکے اپنے بزرگ کی قسم پوری کی۔ لیکن تم سے یہہ سنکر مجھے سخت تعجب ہوا کہ وہ ابھی تک زندہ ہے۔ چونکہ اب تک میں نے روجرز کی ہڈیاں دفن نہیں کی تھیں خداوند کا لاکھ لاکھ شکر ہے ورنہ میرے بزرگ کی قسم جھوٹی ہوجاتی"

**لوئیس**:۔ تم نے یہہ نہ بتایا۔ کہ ڈینورز تمھارے ہتھے کیس طرح چڑھ گیا؟"

**ڈینوین**:۔ میں نے ایک دن لارڈ لائنل ڈینورز کی نسبت سنا۔ کہ وہ ماسٹر میبزر کی بیٹی کلارا کو بھگا لیگیا ہے جس طرح ہمارے خاندان میں لارڈ رنلف ڈینورز مارگریٹ کو لے گیا تھا"

**لوئیس**:۔ اور جس طرح ہماری خاندان میں آرلائن کا معاملہ لارڈ ہمفری ڈینورز سے گذرا"

اسکے بعد دونوں شخص تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ وہ اپنے خاندانی حادثات کو یاد کر کے مغموم ہوگئے تھے۔

**ڈینوین**:۔ پھر عرصہ چار سال تک نہ ڈینورز کو کبھی کسی نے دیکھا اور نہ اسکی نسبت کوئی خبر سنی۔ ایک دن اتفاق سے میں دریائے ٹائمز کے پل پر جارہا تھا۔

کہ ہوا بڑی تیزی سے چلنے لگی۔ اور یکایک چاروں طرف تاریکی چھا گئی۔ میں چونکہ ضعیف عمر رسیدہ اور لاولد ہوں سیرے خیال آیا۔ کہ اگر میں نے اپنے بزرگ ڈینونن کی قسم پوری نہ کی۔ تو پھر یہ قسم کبھی پوری نہ ہوگی۔ اس خیال کے تھوڑی دیر بعد میں او واپس ہوگیا۔ اور خدا کی قدرت پر غور کرنے لگا۔ اس وقت اچانک کسی نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میں اس تاریکی میں اسکی شکل تو کچھ نہ دیکھ سکا۔ مگر اسکی سرخ آنکھیں بڑی تیزی سے چمک رہی تھیں۔ اور نہایت ہولناک تھیں صاف بات یہ ہے کہ اس اجنبی کے اسطرح بے تکلفانہ ہاتھ رکھنے سے مارے خوف کے میرا کلیجہ کانپ اٹھا"

**اجنبی**:۔ "میں تمھیں خوش خبری دیتا ہوں۔ کہ تم ابھی جس شخص کی تلاش میں تھے۔ وہ اب تمھارے پاس کھڑا ہے"

**میں**:۔ (دل میں ڈر کر) "اس۔ کیا یہ کہیں لارڈ لائل ڈینورز تو نہیں ہے (اجنبی سے) آپ کا اسم شریف؟"

**آواز**:۔ "مجھے لائل ڈینورز کہتے ہیں"

**میں**:۔ (سر سے پاؤں تک کانپ کر) "اب کدھر جانے کا ارادہ ہے"

**آواز**:۔ "میں تمھارے ساتھ جاؤنگا"

اس جواب سے میں خوش بھی ہوا۔ اور ہراسان بھی ہراساں اسلئے کہ خدا معلوم۔ وہ شرارت مجسم انسان مجھ کیا نقصان پہنچاوے۔ اور خوش اس لئے کہ آج وہ مجھ سے ملا ہے۔ اگر میں کبھی اس سے بدلہ لے سکتا ہوں تو وہ صرف یہی موقع ہے۔ ہم دونوں چپ چاپ چلتے رہے۔ حتی کہ ہوا تھم گئی اور اس کمرے میں جہاں ہم اس وقت دونوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آ پہونچے۔ اب پھر میری طرح کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور اسکے چہرے سے شرارت ٹپکنے لگی۔ کیا تم میرے خوف کا کچھ اندازہ کر سکوگے۔ جب میں تم سے کہوں گا کہ اتفاقاً میری نظر پوجری کی ہڈیوں کے صندوق پر پڑی۔ اور میں نے ان ہڈیوں کو بڑے زور سے کڑکڑاتے سنا

**لائنل** ڈینورز - (شرارت آمیز تبسم سے) "کیا تم اس آواز سے خوف زدہ ہوگئے تھے؟"

**میں** "نہیں تو۔ میں نے کوئی آواز ہی نہیں سنی۔"

**لائنل** - (مسکرا کر) "مگر تم مجھے یہ بتاؤ۔ کہ تم میری ملاقات کے اسقدر مشتاق کیوں تھے؟"

**میں** "جناب من - اگر آپ مجھ پر اسقدر مہربان ہیں۔ تو اتنی شفقت اور فرمائیے کہ میرے ہمراہ ذرا دوسرے کمرہ تک چلیں۔"

**لائنل** - (کشادہ پیشانی سے) "مجھے کچھ عذر نہیں۔"

میں نے لیمپ ہاتھ میں لیا۔ اور تنگ راستہ سے گذر کر اس خاص کمرہ میں پہونچا۔ ڈینورز میرے پیچھے پیچھے آتا تھا۔ اس وقت میں تو بیچ والی محفوظ جگہ پر پہونچ گیا۔ اور ڈینورز کمرے کے وسط میں کھڑا رہا جو در اصل دریائے ٹائمز پر ایک چوبی پل کی طرح بنایا گیا ہے۔ اور اسکے نیچے سے دریائے ٹائمز لہریں لیتا ہوا گذرتا ہے میں نے معاً پیچ گھمایا۔ بس پھر کیا تھا؟ ڈینورز دریا میں دہم سے گر پڑا۔ اور جب اسکے چیخنے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ پل کے تختے مل گئے۔ اور ڈینورز ہمیشہ کے لئے اپنی قبر میں غائب ہو گیا۔ اس واقعہ روح افزا سے فتحمندی کا خون بڑی تیزی سے میری رگوں میں دوڑنے لگا۔ اور میں نے مسرت آمیز بلند لہجہ میں کہا:

"اے مارگریٹ۔ تیرا انتقام لیا گیا۔ آج نائٹ ڈینوین کی اتنی قسم پوری ہوئی۔ اور اب روجیرز کی ہڈیاں رسوم عیسوی کے مطابق دفنائی جائینگی۔"

ایک فاتح کی طرح میں ہڈیوں کے صندوق کے قریب آیا۔ مگر تم یہ سنکر تعجب کروگے۔ اور شاید مجھے دروغ گو کہو گے۔ کہ مجھے پھر ان ہڈیوں کے بڑے زور سے کڑکڑانے کی آواز سنائی دی۔ یہ سمجھ کر کہ آج ڈینورز کی ملاقات سے میرے دل میں وہم سما گیا ہے۔ میں نے ان مردہ آوازوں کی زیادہ پرواہ نہ کی۔ اور صندوق کھولا۔ میرے دوست ماسٹر لوئیس! تم میری حیرت کا اندازہ نہیں کر سکتے جب میں نے روجرز کے پنجر کو اسکی سابقہ حالت سے بالکل مختلف پایا یعنی پہلے تو اسکی پیٹھ نیچے کو تھی۔ اب پہلو کی ہڈیاں خود بخود نیچے کو گھوم گئی تھیں اور پشت

کی ہڈیاں اوپر آگئی تھیں۔"

**لوئیس**:۔ "یا تو خواب دیکھ رہا ہے یا عمداً مجھے جھوٹی باتوں سے پریشان کرنا چاہتا ہے"

**ڈینوین**:۔ "میرے دوست! خیال کر کہ دروغگوئی سے مجھے حاصل ہی کیا ہے؟ خدا گواہ ہے کہ میرے بیان میں جھوٹ کی ذرا آمیزش نہیں ہے۔"

بوڑھے ڈینوین نے فرطِ غم و یاس سے سر جھکا لیا۔ اور تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا۔

**لوئیس**:۔ "اب مجھے یقین آگیا ہے کہ تمھارا بیان ضرور درست ہے۔"

**ڈینوین**:۔ "اس اعتبار کے لئے میں آپ کا از بس ممنون ہوں۔ اب مجھے یہہ فکر دامنگیر ہے کہ میں بے ثمر اور لاوارث ہوں۔ اگر ڈینور سے انتقام لئے بغیر مر گیا تو پھر نائٹ ڈینوین اور روجرز اور مارگریٹ کی روح کو اطمینان کیونکر حاصل ہوگا؟ اے میرے رنج و غم کے شریک لوئیس۔ میرے پاس دو چیزیں بڑی متبرک ہیں جو میں ورثہ میں چھوڑنے والا ہوں۔ ایک تو زر کثیر جو میں نے مدت العمر میں جمع کیا ہے۔ اور دوسری وہ پاک قسم جو ہمارے خاندان میں ہر ایک وارث کو ملتی رہی ہے۔ اب اگر تم یہہ دونوں چیزیں مجھ سے لینا منظور کرو۔ اور آخر الذکر کی ذمہ داری بھی اپنے کندھوں پر اٹھاؤ تو میں تمھیں اپنی دولت اور قسم کا وارث قرار دیتا ہوں۔ یہہ صرف ایک سودا ہی نہیں ہے۔ بلکہ میں تم سے عاجزانہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ تم اسکو خواہ تمھیں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو منظور کرلو۔ تاکہ مرتے وقت میں اپنی روح پر ذمہ داری کا بوجھ محسوس نہ کروں۔ یوں بھی اسپر ایک پنتھ دو کاج کی مثل صادق آتی ہے۔ کیونکہ میرے بزرگوں کی طرح تمھارے بزرگ بھی خاندان ڈینور سے انتقام لینے کی وصیت کرتے آئے ہیں۔"

**لوئیس**:۔ "اے واجب التعظیم بزرگ۔ میں خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ آج سے میں نے تمھاری قسم کا بوجھ اپنے ذمہ لیا۔ جیسے خدا نے چاہا تو ضرور تمھارا کچھ عرصہ ہوا میں نے ڈینور سے انتقام لینے کا خیال بالائے طاق رکھ دیا تھا

مگر جو جلنے میں اپنے چچا کے بستر مرگ پر لے چکا ہوں۔ اس نے میرے جسم میں ایک طرح کی آگ پھونک دی ہے۔ اور اب تمہاری سرگذشت نے اس پر تیل ڈالنے کا کام کیا ہے۔ دیکھو اب میں جہنمی ڈینورز سے کس طرح بدلہ لیتا ہوں۔"

بوڑھے ڈینوین کی بجھی ہوئی اُمیدیں زندہ ہو گئیں۔ اور وہ دونوں خوش خوش ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔

# باب ـــــــ ۱۱

## شادی کا راز

مذکورۂ بالا واقعہ سے ایک ہفتہ بعد لوئیس رات کے وقت اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اسکے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں اور دل کے زور زور سے دھڑکنے سے اسکی باطنی بیقراری ظاہر تھی۔ اس وقت تقریباً اس قسم کے خیالات اسکے دل میں آرہے تھے "ہاں ہاں مجھے اس خوفناک شخص سے ضرور انتقام لینا چاہئے بیچاری آرلائن کا انتقام اور بوڑھے ڈینوین کا (کچھ سوچ کر) اور ہوا میں بھی کیا ہی بیوقوف تھا۔ کہ کنٹرولر شاہی کارخانجات کو جعلی رسید لکھدی۔ اسکی سبب سے میں ڈینورز کے اختیار میں ہوں۔ اور وہ جب چاہے مجھے جیلخانے بھجوا سکتا ہے۔ مگر یہ ایک اور وجہ ہے جس سے میں ڈینورز کو جلد تباہ کرنے کی تجویز کروں گا۔"

لوئیس کا سلسلۂ خیالات اچانک دروازہ کھلنے سے ٹوٹ گیا۔

**نو وارد۔** (تحکمانہ لہجہ میں) "لوئیس! اگر تم تنہا ہو تو دروازہ بند کردو۔"

**لوئیس۔** (بادشاہ ہنری کی آواز پہچان کر) "آپ کا غلام لوئیس اس وقت آپ کی تشریف آوری سے پہلے اس کمرے میں بالکل تنہا تھا۔ اگر ارشاد ہو تو لیمپ روشن کروں؟"

**بادشاہ۔** "نہیں۔ کچھ ضرورت نہیں۔ بلکہ میرے کام کے لئے اندھیرا بہتر ہے۔"

اب ایک کام کرو۔ اِس محل کے چور دروازہ سے نکلکر دریا کے مغربی کنارے پر جاؤ۔ وہاں ایک کشتی آئیگی۔ اسمیں ایک پادری سوار ہوگا۔ اسے چپ چاپ یہاں اپنے ساتھ لیتے آؤ۔ مگر جلد آنا۔ میں تمھارا منتظر ہوں"۔

لوئیس ہدایت کے موافق پادری کو لیکر تھوڑی دیر میں واپس آگیا۔ بادشاہ نے اُسے کمرے کے باہر کھڑا رہنے کا حکم دیا۔ اور اس سے یوں مخاطب ہوا "میں آپ کی تحریر کے مطابق آپ کی ملاقات کو یہاں حاضر ہوگیا ہوں۔ مگر مجھے وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ آپ نے معمولی ملاقات میں کیوں اِسقدر غیر معمولی اخفاء راز سے کام لیا"۔

**پادری** "حضور۔ یہہ معمہ خود بخود حل ہو جائیگا۔ جب آپ اِس معاملہ کو جو چند روز ہوئے۔ اِس گرجے میں رات کے وقت ہوا تھا۔ یاد فرمائینگے"۔

**بادشاہ**۔ (غصہ اور تعجب کے لہجہ میں) "آپ معموں میں باتیں نہ کریں۔ میں صاف بات سُننا چاہتا ہوں"۔

**پادری** "آپ فادر پال کو جو اِس گرجے کا بڑا پادری تھا خوب جانتے ہیں۔ عرصہ پندرہ روز کا ہوا۔ کہ وہ مذبح کے قریب مُردہ پایا گیا"۔

**بادشاہ**۔ "کیا تم دیوانے ہو؟ خدا کے بندے! مجھے مُردہ پادری سے کیا تعلق؟"

**پادری** "بڑے تعجب کی بات ہے۔ آپ تو ہر معاملہ سے لاعلمی ہی ظاہر کئے جاتے ہیں۔ ۱۵۔ اگست کو رات کے وقت فادر پال نے تمام نائب پادریوں کو حکم دیا۔ کہ بہت سویرے اپنے کمروں میں چلے جائیں۔ رات کا حال اسکے سوا ہمیں کچھہ معلوم نہیں کہ چند گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنائی دی۔

"یہہ آنے کی آواز تھی۔ اِس سے دو گھنٹہ بعد گھوڑوں کے وہاں سے روانہ ہونے کی آواز ہوئی۔ صبح جب ہم گرجے میں گئے۔ تو قربانگاہ کے قریب فادر پال کو مُردہ پایا۔ مگر لاش کو غسل دیتے وقت کپڑوں سے ایک کاغذ نکلا اور میں اسکا مضمون دیکھتے ہی سب سمجھ گیا۔ کہ اسی مطلب کیلئے رات کو فادر پال نے

غیر معمولی حکم دیا تھا۔ یہ شاہی نکاح نامہ ہے۔ اور ابھی تک میرے سوا
اور کوئی شخص اس بھید راز سے آگاہ نہیں ہے۔ اب میں اپنی وفاداری کا ثبوت
دینے کے لئے حاضر ہوں"۔

**بادشاہ**۔ "شیطان مجھ پر لعنت بھیجے۔ اگر میں نے تمھاری تقریر کے ایک فقرہ
کا بھی مطلب سمجھا ہے"

ہنری نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری لوئیس کو چراغ روشن کرنے کا حکم دیا
اور چکراتے ہوئے دماغ سے نکاح نامہ پڑھا۔ نکاح نامہ پر اسکی نظر پڑی ہی تھی
کہ مارے غصہ کے اسکا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اس نے ایک دو باتیں کرکے پادری
کو رخصت کیا۔ اور لوئیس سے کہا۔ کہ دو سبک رفتار گھوڑے لیکر چور دروازہ
کھڑے رہو۔

# باب ــــــــــ ۱۲

## خوفناک ڈینورز

جو واقعات گذشتہ باب میں آچکے ہیں ان سے تین چار گھنٹے پیشتر ڈورا
میں سیر کر رہی تھی۔ انسان جب اکیلا ہوتا ہے طرح طرح کے خیالات خود
اسکے دماغ میں پیدا ہوتے اور محو ہو جاتے ہیں۔ ڈورا اس وقت اپنے دل
کہہ رہی تھی "میں بھی کتنی دبی اور خود فراموش ہوں۔ بادشاہ سے میری
شادی ہو چکی۔ معتبر گواہوں سے دستخط موجود ہیں۔ نکاح نامہ لکھا گیا
بلا شک و شبہ میں ملکہ انگلستان ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے؟ کہ مجھے اس بات
کا اعتبار نہیں آتا۔ اور میں خوف و نا امیدی سے شکست خوردہ ہو رہی
ڈورا نے اپنے مایوس دل کو تسلی دینے کے لئے فرحت انگیز نظر
پر نگاہ ڈالی۔ مگر دفعتاً اسکی چیخ نکل گئی کیونکہ اسکے سامنے وہ شخص کھڑا
جسکے خیال ہی سے وہ کانپ جایا کرتی تھی۔

یہ خوفناک ڈینورز تھا۔

ڈورا: "اس وقت تمھیں مجھ سے کیا کام؟"

ڈینورز: "غضب خدا کا۔ اب تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ مجھے تم سے کیا کام؟ وہ بھی ایک دن تھا۔ جب ہم دونوں عاشق و معشوق تھے۔ ڈورا وہ تمھاری قسمیں اور قول و قرار کیا ہوئے؟"

ڈورا: "میں خدا کا شکر کرتی ہوں۔ کہ وہ قسم پوری نہ ہوئی۔ اور میں تمھارے ہاتھوں سے بال بال بچ گئی۔ وہ خوفناک کمرہ مجھے ابتک یاد ہے۔ جہاں تم مجھے قربانی کرنے کے لیے لیگئے تھے۔"

ڈینورز: "تمھاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس راز سے آگاہ ہو۔ ورنہ تم شوق سے ماسٹر ہنیرز کی زبانی کلارا کا قصہ نہ سنتیں۔ اور نہ پیار سے اسے شراب کا گلاس دیتیں۔"

ڈورا: "تم اس وقت کہاں تھے؟"

ڈینورز: "میں وہیں بیٹھا ہوا تمھاری حرکات و سکنات کا ملاحظہ کر رہا تھا شائید تم ان باتوں سے دل میں ڈرتی ہوگی۔ لیکن اگر تمھاری کافی تشفی نہیں ہوئی تو میں ان ناموں کی مفصل کیفیت تمھیں سنانے پر تیار ہوں جو اس وقت کمرے میں حمیک رہے تھے۔ کلارا کا حال تو تم نے ماسٹر ہنیرز کی زبانی سن لیا اور بنیہ کا خود پڑھ لیا۔ باقی مارگریٹ اور آرلائن ہیں۔ ان کا حال بھی کہے دیتا ہوں کہ"

ڈورا: "خدا کے لئے ایسی خوفناک باتیں میرے سامنے مت کرو۔ نہیں تو مارے ڈر کے میرا دم نکل جائیگا۔"

ڈینورز: "یہ خیال نہ کرو۔ کہ میں تمھاری جان کا دشمن ہوں۔ چار سال کا عرصہ ہوا جب تم میرے قبضہ سے نکل گئیں۔ اس وقت سے میں تمھاری تلاش میں ہوں۔ اور میری کوششیں ہمیشہ یہی رہی ہے کہ تمھیں تکلیف نہ پہونچاؤں

جب میں تمھیں روتی دیکھتا ہوں۔ میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو جاتا ہے
اب تو تمھیں میرے یہاں آنے کی وجہ معلوم ہو گئی ہوگی"۔
ڈینو رز یہہ کہکر اس طرح ہوا میں گم ہو گیا۔ گویا کہ وہ کوئی بھوت تھا۔
بیچاری ڈورا مارے خوف کے سر سے پاؤں تک کانپ رہی تھی۔

# باب ـــــ ۱۳

## بادشاہ ہنری

کچھ دیر تک ڈورا پر بیہوشی کا عالم طاری رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اسے معلوم ہونے لگا۔ کہ وہ کہاں کھڑی ہے۔ اور اسکے ساتھ کیا ماجرا گذرا ہے۔ جب وہ آپے میں آئی۔ تو مکان کی طرف روانہ ہوئی۔ کیونکہ اب اسکے شوہر یعنے بادشاہ کے آنے کا وقت قریب تھا۔

تھوڑی دیر میں بادشاہ بھی آگیا۔ اور آتے ہی اس نے ڈورا کو اپنے پہلو میں بٹھالیا۔

**بادشاہ**۔ "پیاری۔ تمھیں دیکھنے سے میری جان میں جان آتی ہے۔ سچ بتاؤ کہ تم نے بھی مجھے کبھی یاد کیا ہے یا نہیں؟"

**ڈورا**۔ (پیار سے بادشاہ کے گلے میں باہیں ڈالکر) "یاد کرنے کا کیا ذکر ہے؟ آپ کا چہرہ مبارک جب میرے تصور میں آتا ہے تو میں اپنے آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ خوش قسمت عورت سمجھتی ہوں"۔

**بادشاہ**۔ "کیا یہہ ممکن ہے؟ کہ تمہیں واقعی مجھ سے ایسی محبت ہو"۔

یہہ کہکر بادشاہ مسکرایا۔ اور اسکی مسکراہٹ ڈورا کو کسیقدر عجیب معلوم ہوئی۔

**ڈورا**۔ (بے صبری سے) "اگر اجازت ہو۔ تو میں ایک سوال کروں"۔

**بادشاہ**۔ "پیاری ڈورا۔ صرف ایک سوال؟ تم مجھ سے لاکھ سوال

پوچھو۔ میں اُن کا جواب دونگا۔"

ڈورا:۔ "آپ یہ فرمائیں کہ ہماری شادی کا باقاعدہ اعلان کب کیا جائیگا؟"

**بادشاہ**:۔ "وہ وقت دُور نہیں ہے۔ جب میں اِس شادی کا اعلان کرونگا اور دُنیا تمہیں ملکۂ انگلستان تسلیم کریگی۔"

یہہ کہتے ہی بادشاہ کے چہرے کی ہیئت بدل گئی۔ اور ڈورا کے شکوک تازہ ہوگئے۔ مگر پھر ایک آن میں بادشاہ کی شکل ویسی ہی بھولی بھالی اور قدرتی بن گئی۔ بس سے ڈورا نے سمجھا کہ اسے دہوکا ہوا ہے۔

اتنے میں باہر کے دروازے کے کُھلنے کی آواز آئی۔ پھر زور سے گھنٹی بجنے لگی۔ اور ایک ایسا شخص داخل ہوا جس نے مُدت کے طلسم کو چشم زدن میں توڑ دیا۔ ڈورا کی پریشانی اور حیرت کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ جب اُس نے دیکھا کہ نووارد بالکل اسکے شوہر بادشاہ ہنری کا ہمشکل ہے۔ اسکے چہرہ پر مُردنی چھاگئی۔ اور اس نے استعجاب سے اپنے شوہر کے چہرہ پر نگاہ ڈالی۔ آہ! اب وہ ہنری بادشاہ انگلستان نہیں تھا۔ بلکہ ایک خطرناک انسان۔ جسکے خیال اور نام سے ہی ڈورا کی روح کانپتی تھی۔

کون؟ لارڈ ڈینورز۔

ڈورا لارڈ ڈینورز کے اس طلسمی فریب کو دیکھتے ہی بیہوش ہوکر گرپڑی ہنری کی یہہ کیفیت تھی۔ کہ یوں تو شاہ انگلستان تھا۔ مگر اس نظارہ سے جو ابھی وقوع میں آیا۔ خوف کے مارے بید مجنوں کی طرح کانپ رہا تھا۔

یہی حال لارڈ گرنیتھم اور بادشاہ کے سیکرٹری لوئیس کا تھا۔

**بادشاہ**۔ (حواس درست کرکے) "اس مظلوم لڑکی کی کچھ فکر کرو۔ کہیں مر ہی نہ جائے۔"

**ڈینورز**۔ "آپ چنداں فکر نہ کریں وہ ابھی بالکل ٹھیک ہوجائیگی۔"

یہہ کہہ کر اس نے سب کے سامنے ڈورا کو اُٹھا کر پلنگ پر لٹادیا۔ اور گستاخی

مجسم کھڑا ہوا بادشاہ اور اسکے ہمراہیوں کو گھورنے لگا۔

**بادشاہ:** لارڈ ڈینورز! معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم ضرور کسی زبردست طاقت پر غالب ہو۔ ورنہ میرے سامنے اس طرح بددماغ ہوکر کھڑے نہ رہتے اور کیا وہ نظارہ فی الواقعی تھا۔ جو میں ......"

بادشاہ فرط خوف سے اس نظارہ کی تصویر الفاظ میں کھینچ نہ سکا۔

**ڈینورز:** "اے بادشاہ انگلستان! بیشک میں نے تیری صورت اختیار کی۔ مگر حصول مدعا کے لیئے یہ ازبس ضروری تھا۔ ایک معزز حسینہ اسکے بغیر میرے قبضہ میں کیونکر آسکتی تھی؟ مگر خیر گزشتہ باتوں کو جواب واپس نہیں آسکتیں۔ یاد کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ اب چونکہ یہاں میری ضرورت نہیں ہے میں رخصت ہوتا ہوں۔ سلام!"

**بادشاہ۔** (غصہ میں اپنے حریف سے) "تو جعلساز اور فریبی ہے۔ آب بھلا کر تو قانونی پنجہ سے کیسے نکل سکتا ہے؟ (ڈینورز کو بازو سے پکڑ کر) تو میرا قیدی ہے"

**ڈینورز:** "دور ہو۔ بیوقوف بادشاہ"

ڈینورز نے ہنری کو آہستہ سے پرے دھکیل دیا۔ رعایا میں سے کسی کا اپنے بادشاہ کے ساتھ ایسا گستاخانہ سلوک! معاذ اللہ۔ ہنری کب گوارا کرسکتا تھا۔ فوراً میان سے تلوار نکالکر ڈینورز پر جھپٹا۔ ڈینورز نے گویا کہ اسے جان کی پرواہ ہی نہیں۔ آہستگی سے اپنی پتلی کرچ نیام سے نکالی یہ کرچ سانپ کی طرح شاہی تلوار پر لپٹ گئی اور تلوار فوراً ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زمین پر گر پڑی۔

بادشاہ کے غصہ اور پریشانی کی انتہا نہ تھی۔ اس نے لوئیس اور گرینتھم کو مدد کے لیئے پکارا۔ مگر جونہی اول الذکر برہنہ تلوار لیکر ڈینورز کی طرف بڑھا طلسمی کرچ نے اسکی تلوار کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔ اور صاحب شمشیر

مارے خوف کے ایک قدم آگے نہ بڑھ سکا۔

**بادشاہ** "خدا کی قسم۔ ڈینورز ہماری طرح کا انسان نہیں ہے۔ وہ فرود شیطان کا مرید ہے"۔

لارڈ لائنل ڈینورز نے اس فقرے کا کچھ جواب نہ دیا۔ صرف قہر آلود نگاہوں سے بادشاہ کو گھورتا رہا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ دروازہ کی طرف گیا۔ اسکے بعد کمرے میں ایک سناٹا ہو گیا۔ ہر شخص اس نظارہ سے بہت زیادہ متاثر ہوا تھا وہ ہنری شاہ انگلستان تھا۔

بادشاہ کے کہنے پر لارڈ گرینتھم نے بالفعل ڈینورز کے آنے۔ اسکی صورت تبدیل کرنے۔ اور خفیہ شادی کی رسوم کا مفصل قصہ سنایا۔ مگر جب نکاحنامہ دیکھا گیا۔ تو بادشاہ حیران تھا۔ کہ اسکے دستخط اور شاہی مہر کہاں سے آ گئی۔ اور خاص نکاحنامہ کا فارم جو اسکے نیچے کے صندوقچہ میں مقفل رہتا تھا۔ کیونکر دستیاب ہو گیا؟۔

**لوئیس**۔ (قدموں پر گر کر) "حضور! اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں؟"

**بادشاہ** "کیا اس سازش میں تمہارا کچھ حصہ ہے؟"

**لوئیس** "بندہ کا [illegible] ۔ مگر آپ نے را حال شکر یہ مجبوری کا [illegible] گیا"

**بادشاہ** "اچھا [illegible] کا عہد کرتا ہوں بشرطیکہ تم نے اس سازش میں [illegible] خوشی ہے"

**لوئیس** "[illegible] سازش [illegible] سال کا عرصہ گذرا ہے کہ میرے [illegible] دیا۔ اور ایک تعویذ اور ایک کتاب [illegible] ہماری خاندان کی ایک عورت آرلائن کا تھا۔ اور کتاب میں مفصل حال مندرج تھا۔ کہ کس طرح لارڈ ہمفری ڈینورز (یعنی موجودہ لارڈ لائنل ڈینورز کے والد) نے پہلے

آرلائن کے ساتھ اظہار تعشق کیا۔ اور پھر شادی کے وقت اس سے دغا کی میرے چچا کی آخری آرزو تھی کہ میں اس کمینہ سلوک کا انتقام لارڈ ڈینورز سے ضرور لوں جسکا میں نے اسکے سامنے عہد کیا۔ چچا کے مرنے کے بعد میں نے خاندان ڈینورز کا حال معلوم کرنا شروع کیا۔ مگر معلوم ہوا کہ لارڈ لائنل ڈینورز کچھ عرصہ سے کسی غیر ملک میں چلا گیا ہے۔ انھیں ایام میں بدقسمتی سے میری دوستی ایک بدچلن شخص سے ہوگئی۔ اس نے مجھے قمار بازی اور شراب خوری کی تعلیم دی۔ اور چھ ماہ میں میری تمام جائداد مجھکو "الوداع" کہکر رخصت ہوئی۔ اب میں ایک نڈر قاتل اور پیشہ ور ڈاکو بن گیا تھا۔ ایک شب میں اور میرا وہی بدمعاش دوست ڈاکہ زنی کے ارادہ سے سڑک پر کھڑے تھے۔ کہ ایک مسافر اُدھر سے گذرا۔ میں نے اسپر جھٹ تلوار سے حملہ کیا۔ مگر بادشاہ سلامت! میری تلوار اس مسافر کو کسی قسم کا گزند پہونچانے کی بجائے خود ہی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زمین پر گر پڑی۔ آپ متعجب نہ ہوجیئے۔ کیونکہ یہہ مسافر لارڈ ڈینورز ہی تھا"۔

**بادشاہ** "عجیب خوفناک انسان ہے۔ اسکی باتوں سے ڈر لگتا ہے"۔

**لوئیس** "بس حضور۔ اُس وقت کی بے بسی دیکھکر مجھے خیال ہوا کہ وہ اب ضرور ہم دونوں کو قتل کر ڈالیگا۔ مگر اسکی بجائے وہ مجھ سے کہنے لگا کہ پرانی خاندانی عداوت کو جاری رکھنے سے کیا حاصل ہے؟ بہتر ہے کہ ہم صلح کرلیں اسکے ساتھ ہی اس نے بغل سے ایک اشرفیوں کی تھیلی نکال کر میرے ہاتھ میں دیدی۔ اور خوشخبری سنائی۔ کہ کل کنٹرولر کارخانجات شاہی کے پاس آنا۔ وہ تمھیں بادشاہ کا سیکرٹری بنا دیگا۔ چنانچہ دوسرے دن میں اسکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُس نے مجھے آپ کی غلامی کا شرف بخشا۔ مگر ساتھ ہی میری آزادی اور عزت کو ایک جعلی تحریر لکھواکر مجھ سے چھین لیا میں حضور کی پرائیویٹ ڈاک کھولا کرتا تھا۔ اسکے متعلق کنٹرولر کا حکم تھا۔ کہ تمام

خطوط جو لارڈ گرینتھم کی طرف سے آپکے نام موصول ہوں وہ علیحدہ کر لئے جائیں۔ میں نے اسکی وجہ پوچھی۔ تو جواب دیا گیا۔ کہ لارڈ ڈینورز کا یہی حکم ہے۔ پھر مجھے ایک دن ایک کاغذ پر جو فرضی نکاحنامہ تھا حضور کے دستخط کرانے کا کام سپرد ہوا۔ چونکہ حضور کاغذات کی پڑتال کرنے کے بغیر ہی میرے بھروسے پر دستخط کر دیا کرتے ہیں۔ اس لئے نکاحنامہ پر شاہی دستخط ثبت ہو گئے۔ بیشک بغیر حضور کا اتنا بڑا جرم نہ کرتا۔ مگر بر وقت جیبلیا نہ میری نظروں میں سما رہتا تھا۔ اب غلام معافی کا طلبگار رہے۔

بادشاہ نے جیسا کہ اسکا اقرار تھا۔ لوئیس کو معاف کر دیا۔ پھر اس نے کنسر ولر کو بلا کر جرم میں شرکت کی وجہ پوچھی۔ اسکا قصہ تقریباً لوئیس سے ملتا تھا۔ اور لارڈ ڈینورز اس سے بھی ایک جبلی تحریر لے چکا تھا۔

ڈینورز کے ان خوفناک کارناموں سے بادشاہ کا کلیجہ دھڑکنے لگا۔ اس وقت اسے بیچاری آرلائن کا خیال آگیا جسکی نسبت ابھی لوئیس نے کہا تھا۔ کہ وہ ڈینورز کی محبت کا شکار ہوئی ہے۔ بادشاہ کے کہنے پر لوئیس آرلائن کی کتاب اٹھا لایا اور ادوالڈ نے اس پُر درد قصہ کو پڑھنا شروع کیا جسکی کیفیت آئندہ باب میں درج ہے۔

## باب ـــــــ ۱۴

## آرلائن کی سرگذشت

۱۴۶۳ء کا ذکر ہے۔ کہ ملک فرانس کے علاقہ نارمنڈی میں ایک جنگل میں گنبد دار مکان میں ایک مرد اور ایک عورت رہتے تھے۔ یہہ مکان بڑے پُرفضا مقام پر واقع تھا۔ اسکے گرد ایک باغ تھا۔ اور وہ باغ اپنے خوش الحان پرندوں اور میوہ دار درختوں کیلئے دور دراز علاقہ تک مشہور تھا۔ مرد کا نام فلپ ڈی سینٹ لوئیس اور عورت کا نام آرلائن تھا۔ یہہ دونوں بہن بھائی

تھے۔ بھائی اگر مردوں میں فرد تھا۔ تو بہن حسینوں کی سردار تھی۔ لوئیس آرلائن سے انتہا درجہ کی محبت کرتا تھا۔ وہ جوان دلیر عقلمند اور قوی ہیکل تھا۔ اگر چاہتا تو شاہی فوج میں کوئی معزز اسامی حاصل کر لیتا۔ مگر اسے آرلائن کی جدائی گوارا نہ تھی۔ اسکے باپ کا ایک متمول دوست ہر ششماہی کے بعد اسے ایک معقول رقم بھیجا کرتا تھا۔ اور بس اسی پر اسکا گذارہ تھا۔ آرلائن اور ان کے ملازم جو ایک دو تھے تعجب کیا کرتے تھے۔ کہ لوئیس ایسا غیرتمند شجاع کیونکر دوست کا بار احسان گوارا کر سکتا ہے؟

ایک دن لوئیس شکار کو باہر گیا ہوا تھا اور اسکی چندے آفتاب و چندے ماہتاب ہمشیرہ باغ میں اکیلی ٹہل رہی تھی۔ کہ ایک سوار چند نوکروں سمیت جو سب کے سب بیش قیمت گھوڑوں پر سوار تھے ادھر سے گذرا۔ اور دفعتاً آرلائن کے مکان کے سامنے ٹھہر گیا۔ یہہ شخص تیس سالہ وضعدار جوان تھا۔ اسکے لباس سے صاف عیاں تھا۔ کہ وہ فرد امیر کبیر ہے۔ آرلائن نے سمجھا وہ اسکے بھائی کا مہمان ہوگا۔ اسلئے وہ میزبانہ کی حیثیت میں اسکی طرف بڑھی مگر جب قریب جاکر اُسے اجنبی پایا۔ تو شرما کر پیچھے ہٹ گئی۔

**سوار** "بیگم صاحبہ۔ معاف فرمانا۔ آپ کو یہاں تک آنے میں اسقدر تکلیف ہوئی میں نواب ماٹن کے قلعہ کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ اور اسکا راستہ دریافت کرنے آیا ہوں۔"

یہہ شخص فرانسیسی بڑی صفائی سے بولتا تھا۔ مگر اسکا لب و لہجہ کہے دیتا تھا کہ وہ باشندہ انگلستان ہے۔ آرلائن نے اسے رستہ بتا دیا۔ اور وہ چلا گیا۔ آرلائن حیران تھی۔ کہ وہ کیسا خوش قد جوان ہے۔ وہ اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ کہ جوان نے پھر کر اسکی طرف نگاہ کی۔ اور ٹوپی اٹھا کر مؤدبانہ سلام کیا۔ یہہ ایک غیرمعمولی نظارہ تھا۔ آرلائن کی بُراز حیرت مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔

شام کو لوئیس شکار سے واپس آیا۔ اسکی نیک سیرت بہن نے سوار کے آنے

رونے سے کیا حاصل؟ تمھارے رونے سے میرا دل بھی بیٹھا جاتا ہے۔"

**لوئیس**:" اے میری جان سے زیادہ عزیز آرلائن! اب راز کا بوجھ اسقدر گراں ہوگیا ہے۔ کہ میں اُسے اکیلا اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ لہذا تمھیں حصہ دار بناتا ہوں۔ اس مسٹری کی کیفیت مختصراً یہ ہے۔ کہ تمھاری محبت نے مجھے گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ دی۔ ورنہ میں بھی اور خاندانی نوجوانوں کی طرح میدان جنگ میں شہرت حاصل کرتا۔ اور دولت سے مالا مال ہوتا۔ یہ تمھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے پاس کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ اسلئے میں نے مشہور کردیا۔ کہ دربار کا ایک دوست شہنشاہی مجھے ایک معقول رقم بطور امداد کے بھیجتا ہے۔ مگر یہ بالکل جھوٹ تھا۔ آرلائن! تم حیران ہوگی۔ کہ در اصل یہ روپیہ ڈاکا زنی اور لوٹ مار کا نتیجہ تھا۔ یعنی تمھارا بھائی لوئیس جنگل میں جا کر ڈاکے مارتا تھا۔ تم یقیناً مجھے لعنت ملامت نہیں کروگی۔ کیونکہ میں مجبور تھا۔ اور یہ سب کچھ میں تمھاری محبت میں کر گذرا۔ ڈاکہ زنی کے وقت میں بھیڑیے کی کھال بطور نقاب استعمال کیا کرتا تھا۔ مگر ایک دن بدقسمتی سے ایک مسافر نے جسکو میں لوٹنا چاہتا تھا تلوار برہنہ کا مجھ پر ایسا وار کیا۔ کہ جسم کو تو کچھ چوٹ نہ آئی۔ مگر چرمی برقع کے بند ٹوٹ گئے اور وہ ٹوٹ کر پرے جا پڑا۔ میں نے فوراً پہچان لیا کہ میرا مدِ مقابل نواب مانٹن ہے۔ پھر تو میں بھاگا اور سیدھا مکان پر آکر دم لیا۔ اب شب و روز مجھے فکر رہنے لگی۔ کہ مبادا نواب مذکور سے دوچار ہو جاؤں۔ اور وہ مجھے پہچان لے۔ جس سے تمام خاندان کے دامن عزت پر بدنامی کا دھبہ لگے اتنے میں لارڈ ڈینورز سے تمھاری شادی کی تجویز قرار پائی۔ میرا ارادہ تھا کہ شادی کے بعد اس مکان کو چھوڑ دوں گا۔ اور پیرس میں جا کر شاہی فوج میں نوکری کر لونگا۔ مگر ع

تدبیر کند بندہ و تقدیر کند خندہ

یہ واقعہ پیش آیا۔ جس سے تمام معاملات کی صورت بدل گئی ہے۔ نواب

مانٹن کا ارادہ تم سے شادی کرنے کا ہے۔ اگر تم نے انکار کیا۔ تو وہ مشتہر کردیگا۔ کہ آر لائن ایک ڈکیت کی ہمشیرہ ہے۔ اس سے نہ صرف ہمارے خاندان کی عزت ہی خاک میں مل جائیگی۔ بلکہ لارڈ ڈینورز بھی خبردار ہو کر تمھاری ساتھ شادی کرنے کا ارادہ فسخ کردیگا۔ اب اگر تم مجھ کو اور اپنے آپ کو اور اپنے بزرگوں کو بچانا چاہتی ہو تو صرف یہی ایک تدبیر ہے کہ نواب مانٹن سے شادی کرلو۔"

لوئیس کی اس تجویز پر آر لائن نے مسکرا دیا۔ مگر اس مسکراہٹ میں وہ حسرت اور مایوسی بھری ہوئی تھی کہ بدقسمت لوئیس آر لائن کے چہرہ کی طرف دوبارہ دیکھنے کی جرأت نہ کرسکا۔

**لوئیس**:۔ "یہ سب میرے جرموں کا نتیجہ ہے جو تم بھگتنے لگی ہو۔ آر لائن مجھے معاف کردو۔"

**آر لائن**۔ (لوئیس کے ماتھے پر بوسہ دیکر) "بھائی جان جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہ کیونکر ٹل سکتا ہے؟ تمھارا اسمیں ذرہ قصور نہیں۔ یہ میں ہی بدبخت ہوں جس نے آج تمھیں یہ منحوس دن دکھایا۔"

بھائی بہن بہت دیر تک ایک دوسرے سے معذرت کرتے رہے۔ آخر آر لائن نے خاندانی حمیت میں اپنے آپ کو عزت کے مذبح پر قربان کردینا منظور کیا۔ اور فیصلہ ہوا۔ کہ اسکی شادی لارڈ ڈینورز کی بجائے نواب مانٹن سے ہو۔ دوسرے دن نواب بھی آپہونچا۔ اور اسے آر لائن کی رضامندی کی اطلاع دی گئی۔ اب اسکی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ فرط جوش میں اس نے اسی وقت لارڈ ڈینورز کی طرف قاصد کے ہاتھ پیغام روانہ کیا۔ کہ اب آر لائن سے شادی کا قصد چھوڑ دو۔ وہ ہماری بیوی بنیگی۔ اسی وقت یہ بات طے پائی۔ کہ رسوم شادی نواب مانٹن کے قلعہ میں چوتھے دن ادا ہونگی۔ اور جب اس نہایت ضروری امر کا فیصلہ ہوگیا۔ تو نواب صاحب شادی کی تیاری کے لئے اپنے قلعہ کو واپس چلے گئے۔

اور نواب مانٹی کے قلعہ کا پتہ دریافت کرنے کا مفصل قصہ سُنایا۔ مانٹی کا نام سُنتے ہی لوئیس بے چین ہو گیا۔ آرلائن چاہتی تھی کہ اس بے چینی کا سبب دریافت کرے۔ مگر لوئیس نے اور بات چھیڑ دی جس سے اس عارضی بے چینی کا کچھ سراغ نہ ملا۔

ایک ہفتہ بعد ہی خوش رو جوان حاضر ہوا۔ اور لوئیس سے کہنے لگا۔ کہ آپ کی ہمشیرہ نے نواب مانٹی کا پتہ بتانے میں جو عنایت مجھ پر کی تھی۔ میں اس کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔ اس نے اپنا نام ہمفری ڈینورز بتایا۔ اور کہا۔ کہ میں عظیم الشان خاندان ڈینورز کا واحد مالک ہوں۔ لوئیس اور آرلائن دونوں اس خاندان کی دولت و ثروت کا شہرہ سُن چکے تھے۔ اس لئے انھیں فخر تھا کہ ایک ایسے عالیقدر مہمان کی میزبانی کا شرف نصیب ہوا۔ میز پر کھانا چنا گیا کئی اقسام کی شراب موجود تھی۔ اور لذیذ میوہ جات طعام کا لطف دوبالا کر رہے تھے۔ ڈینورز نے کھانے کی بہت تعریف کی۔ اسکی شیریں زبانی اور حسن دلفریب آرلائن کے بھولے دل پر نشتر کا کام کر رہے تھے۔ اب اس نے بدیں الفاظ اپنے میزبانوں سے رخصت چاہی:۔

"میں آج کی عنایت کے لئے آپ کا بدل ممنون ہوں۔ اور آرزومند ہوں کہ آئندہ بھی مجھے وقتاً فوقتاً قدمبوسی حاصل کرنے کی اجازت دیجائے"

**لوئیس:۔** "اگر آپ غریب خانہ میں تشریف لانا منظور فرمائیں۔ تو اس سے بڑھ کر احسان ہم پر اور کیا ہو سکتا ہے!"

آرلائن نے مسکرا کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا۔ اور یہہ مسکراہٹ ایک طرح پر اسکے بیان کی تائید میں تھی۔ جب ان کا معزز مہمان چلا گیا۔ تو دونوں بہت دیر تک اسکی صورت و سیرت کی تعریف کرتے رہے۔ چار ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اس اثناء میں ڈینورز کئی بار ان کے ہاں آیا۔ آمدورفت سے انکا سلسلہ اتحاد زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ ڈینورز آرلائن کی طرف ازبس متوجہ تھا۔ یہاں تک کہ اسکی محبت عشق کے درجہ پر پہنچ گئی۔ آرلائن بھی اپنے چاہنے والے پر ہزار جان ہو عاشق

تھی جو شب و روز اسکے کان میں محبت کے منتر پھونکا رہتا تھا۔ لوئیس ان حسن و عشق کے فسانوں سے خوب آگاہ تھا۔ اور کئی وجوہات سے دل ہی دل میں اس تعلق پر خوش ہوتا تھا۔

ایک دن ڈینورز اور آرلائن ہاتھ میں ہاتھ ڈالے باغ میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ کہ ڈینورز نے بڑے پُر تکلف الفاظ میں پہلے تعشق کا اظہار کیا۔ اور پھر شادی کی درخواست کی۔ آرلائن بھی یہی چاہتی تھی۔ اس نے اپنے عاشق کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈالدیئے۔ جو اسکی رضا مندی کی دلیل تھی۔ لوئیس نے بھی شادی کی منظوری دیدی۔ اور قرار پایا۔ کہ آرلائن اور لوئیس ایک ماہ کے لئے ڈینورز کے مقبوضہ قلعہ نارمنڈی میں چلے جائیں۔ جہاں آرلائن اپنی مرضی کے مطابق شادی کا سامان تیار کرالے۔

غرضیکہ بہن بھائی مع ملازموں کے نارمنڈی کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈینورز نے شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے کر رکھی تھیں۔ گردونواح کے تمام نواب و رؤسا اسکے ہاں مدعو تھے۔ آرلائن چونکہ اب ہزار جان سے ڈینورز پر عاشق تھی۔ ایک مہینہ گذرتا معلوم بھی نہ ہوا۔ ان کی واپسی کے وقت قرار پایا۔ کہ ڈینورز تین مہینے کے بعد فرانس میں آکر آرلائن کو بیاہ لیجائیگا۔

اس واقعہ کو عرصہ اٹھارہ دن کا گذرا۔ آرلائن اور لوئیس دن بھر گھر میں رہتے تھے۔ لوئیس شکار کھیلنے بھی نہیں جاتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ روز جدائی سر پر ہے۔ ایک دن شام کے وقت بہن بھائی پیار کی باتیں کر رہے تھے کہ دور سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز بتدریج قریب آتی گئی۔ حتےٰ کہ بہت سے گھوڑے دفعتاً ان کے مکان کے سامنے آکر ٹھہر گئے۔ اور کسی نے بڑے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ لوئیس نے دروازہ کھولا۔ اور چھ شخص ایک مجروح انسان کو اندر لائے۔ اتنے میں ایک شخص جو وضع قطع سے ان لوگوں کا سردار معلوم ہوتا تھا۔ داخل ہوا۔ یہ نواب ٹانٹن تھا۔

**سردار۔** (لوئیس کو دیکھکر) "ایں! یہہ تم ہو؟"

لوئیس کا رنگ فق ہو گیا۔ اور اس سوال کے جواب میں اسکی زبان سے ایک حرف بھی نہ نکل سکا۔

**لوئیس** "حضور پہلے علیحدہ ہو کر میری بات سُن لیں۔"

لوئیس نواب کو دوسرے کمرہ میں لیگیا۔ اور تھوڑی دیر میں جب واپس آیا۔ تو اسکا مرجھایا ہوا چہرہ صاف کہے دیتا تھا۔ کہ اسپر کوئی بلا نازل ہوئی ہے۔ آرلائن حیران کہ یہہ کیا ماجرا ہے۔ وہ اسی سوچ میں کھڑی تھی۔ کہ نوابنے بڑے پیار کے لہجہ میں اس سے کہا۔ "نازنین! میں کسقدر خوش قسمت ہوں کہ مجھے تمھاری ملاقات نصیب ہوئی۔"

**آرلائن۔** (ان گستاخانہ الفاظ پر چونک کر سرد مہری سے) "آپ کا ہمارے غریب خانہ میں آنا مبارک ہے۔"

**نواب۔** "اے زہرہ جبین معشوقہ۔ تمھاری پیاری صورت کی طرح تمھاری آواز بھی کیسی شیرین ہے۔"

یہہ کہکر وہ اسکے چاند سے مکھڑے پر بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھا۔ مگر آرلائن نے خفگی سے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔ لوئیس تصویر کی طرح خاموش سب کچھ دیکھتا تھا۔ آرلائن حیرت میں تھی۔ کہ لوئیس کو کیا ہو گیا۔ کہ ایسا غیرت مند جوان ہوکر اپنی ہمشیرہ کی بیعزتی ہوتے دیکھتا ہے اور بالکل چُپ ہے۔

**آرلائن۔** (غصہ میں) "یہہ شریفوں کا کام نہیں جو آپ کر رہے ہیں۔"

**نواب** "پیاری۔ بسبب غصہ کے تمھارے گال سرخ ہو گئے ہیں۔ اور اب تم پہلے سے زیادہ دلفریب دکھائی دیتی ہو۔ گویا تمہارا ناراض ہونا مبارک ہے۔"

اسکے ساتھ ہی نوابنے آرلائن کو کلائی سے پکڑ لیا۔

**آرلائن** "بڑے شرم کی بات ہے۔ کہ آپ ایسا ذیرتبہ نواب رذیلوں کی طرح فحش حرکات پر اتر آئے۔ (پھر لوئیس کی طرف مخاطب ہو کر) لوئیس! کیا تم یہ

کسی نے جادو کر دیا ہے۔ جو میری بے عزتی ہوتے دیکھتی ہو۔ اور اس طرح خاموش کھڑی ہو۔"

**لوئیس۔** (نواب سے) "میں نہایت عاجزی سے التجا کرتا ہوں۔ کہ آپ اس وقت میری حالت پر رحم فرمائیں۔ کل میں آرلائن کو آپ کی ملاقات پر رضامند کر لونگا۔"

نواب مانٹن نے اس درخواست کا جواب خاموشی میں دیا۔ اور کچھ سوچنے لگا۔ آرلائن اس موقعہ کی منتظر تھی۔ جھٹ دوڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ اور اپنی کوٹھڑی میں جا کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

تھوڑی دیر تک نواب اور لوئیس گفتگو کرتے رہے۔ نواب کا لہجہ تحکمانہ اور لوئیس کا انداز کلام عاجزانہ تھا۔ آخر نواب چلا گیا۔ اسکے بعد لوئیس آرلائن کے کمرے میں آیا۔ آرلائن کے دل میں اسکی نسبت مختلف شکوک پیدا ہو رہے تھے۔ اسکو یہ بھی شبہہ تھا۔ کہ لوئیس شاید دیوانہ ہو گیا ہے۔ اب جب اس نے لوئیس کو دیکھا تو چونک کر اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور پوچھا کہ "پیاری بھائی۔ سچ بتا کہ یہ کیا خوفناک راز ہے؟ اور کیوں تم پر نواب مانٹن کا اسقدر رعب طاری ہے"۔

لوئیس کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ اپنی بہن کے سوال کا جواب دینا چاہتا تھا مگر اسکی زبان بند ہو گئی وہ دیوانہ وار ادھر ادھر دیکھتا تھا۔

**آرلائن۔** (چیخ مار کر) "خدایا یہ کیا راز ہے۔ میرے بھائی پر کسی ظالم نے جادو کر دیا ہے"

**لوئیس۔** (چیخ کی آواز سے چونک کر) "جادو ہرگز نہیں۔ میں ہوش میں ہوں۔ اور مجھے سب حال سے پوری آگاہی ہے"۔

**آرلائن۔** "پھر تم اس میری بات کا کیا جواب دیتے ہو۔ کہ نواب مانٹن نے آج تمہارے سامنے میری سخت بے عزتی کی۔ اور تم دشمنوں کی طرح بیٹھے دیکھا کئے"۔

لوئیس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ اور بچوں کی طرح ڈاڑھیں مار کر رونے لگا۔ آرلائن کی مایوسی کی کچھ انتہا نہ تھی۔ فرط محبت سے اس نے لوئیس کے گلے میں باہیں ڈالدیں۔ اور بڑے پیار سے بولی۔ "بھائی جان۔ حوصلہ رکھو۔

دوسرے دن لوئیس اور آرلائن کے لئے مصیبت کا نمونہ تھا۔ انکی مایوسی
اور رنج و حزن کا کون موازنہ کرسکتا ہے؟ آرلائن بے چین تھی کہ ایک پیارا انسان
اسکے جسم و جان کا دائمی مالک ہونے والا ہے جسکے نام تک بھی اسے سخت
نفرت ہے۔ اور لوئیس بیقرار تھا کہ آخرکار اسے آرلائن سے جدا ہونا ہی پڑیگا
جسکی خاطر اس نے جرائم کی زندگی اختیار کی [illegible] طائف عالم پر تاریکی چھائی
ہوئی تھی۔ چاند ابھی نمودار نہیں ہوا تھا۔ [illegible] لوئیس اور آرلائن مغموم صورت
صحن میں بیٹھے تھے۔ کہ اچانک دروازہ [illegible] ایک شخص اندر داخل ہوا۔
یہ لارڈ ہمفری ڈیورنر تھا۔ اسکو دیکھتے ہی آرلائن کے منہ سے ایک چیخ نکلی
اور لوئیس شرمسار ہوکر پیچھے ہٹ گیا۔

لوئیس کو امید تھی کہ ڈیورنر [illegible] لئے لعنت و ملامت
کریگا۔ مگر بجائے اسکے وہ ان دونوں سے [illegible] پیشانی سے پیش آیا۔
اس وقت اسکا چہرہ معمول سے زیادہ [illegible] جو آرلائن کو متاثر
کئے بغیر نہ رہ سکا۔ ڈیورنر محبت آرلائن کے دلی جذبات تاڑ گیا۔ اور
اسکا ہاتھ پکڑ کر بولا "پیاری۔ اب جبکہ تو کسی اور کو اپنا دل نذر کر چکی ہے
تو میرے حال پر اتنا تو رحم کر کہ پانچ منٹ کے لئے باغ میں الگ جاکر میری ایک
بات سن لے۔ امید ہے کہ اس حالت میں جبکہ ناامیدی کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا ہے
تم مجھے اور مایوس نہیں کروگی"۔

سادہ لوح آرلائن فوراً ڈیورنر کے ساتھ باغ کی طرف روانہ ہوئی۔ لوئیس
ان دونوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ اور دل ہی دل میں شکستہ دل
عاشق کی حالت پر کڑھ رہا تھا۔ ڈیورنر اور آرلائن تھوڑی دیر تک باغ
میں ٹہلتے رہے جہاں کوچہ عشق کے ماہر ڈیورنر نے اپنی معشوقہ کے کان
میں ایسا محبت کا منتر پھونکا۔ کہ وہ بے تکلف اسکے ساتھ جدھر وہ قدم
اٹھاتا تھا جانے کو رضامند تھی۔ اتنے میں دونوں عاشق و معشوق [illegible]

وصیت کی۔ "میری روح جب ہی آرام کی نیند سوئیگی جب آرلائن کا بدلہ ڈینورز یا اسکے خاندان سے لیا جائیگا" لوئیس اب دوسری دنیا میں ہے۔ مگر اسکی یہ قسم یہاں باقی ہے۔

دوسرے [illegible] کی ذلالت میں بیان کردہ تمام کاغذات واپس کردئیے۔ مگر [illegible] ہنری۔ [illegible] ڈینورز [illegible] عالی رتبہ انسان کو کیا ضرورت تھی کہ آرلائن کو خواہ مخواہ قتل کرتا۔ وہ [illegible] کہ وہ ہزار جان سے اسپر فریفتہ تھی اب بادشاہ کو ایک نہایت ضروری کام سرانجام دینا تھا۔ اگر مشہور ہو جاتا کہ ملک میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو بادشاہ کی صورت اختیار کر سکتا ہے تو بڑے خطرے کی بات تھی۔ اسلئے بادشاہ نے حکمت عملی سے ان تمام اشخاص کے منہ بند کردئیے۔ جو اس راز سے آگاہ تھے۔ لوئیس سفارت فرانس پر بھیج دیا گیا۔ کنٹرولر کا رتبہ [illegible] شاہی کو آئرلینڈ کی گورنری تفویض ہوئی۔ اور پادری جو کہ فادر [illegible] کا خاص ملازم تھا سب پادریوں کا سردار بنایا گیا۔ اور لارڈ ولیڈی [illegible] سب معمول مراعات شاہی سے سرفراز ہو گئے۔ غرضیکہ ہنری نے اخفائے راز کے لئے اپنی طرف سے پوری کوشش کر دی۔

## باب —— ۱۵

## شیطان اور ڈینورز

اس وقت سینکڑوں [illegible] ہزاروں آدمی جن کے دل کسی کی زلف عنبرین سے بھی زیادہ سیاہ ہیں اپنے [illegible] ہمجنسوں کو انکی محنت سے کمائی ہوئی دولت سے محروم کرنے کے لئے نقب لگا رہے ہیں۔ یہ وقت ہی کمبخت ایسا سیاہ ہے کہ طبعاً انسان کے دل میں نیکی کے برعکس خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اس وقت شہوت۔ زناکاری، چوری اور ڈاکا کی تصویریں جاندار بن کر حضرت انسان کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں۔ ہاں ہاں۔ اب رات کے ۱۲ بجے ہیں۔ اور [illegible]

گنہگاروں کے دنوں سے بھی زیادہ تاریک اور ڈراؤنی ہے۔ ہوا بڑے زور سے چلتی ہوئی چٹانوں۔ پہاڑوں اور بلند مکانوں سے ٹکراتی ہے جس سے ہیبتناک آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ کون شخص اس ہیبت نظارہ سے بچنے کے لئے نیند کی میٹھی گود میں جانا نہیں چاہتا۔ خدا کی مخلوق آرام کی نیند میں سوئی ہوئی ہے جو دن بھر کی محنت مشقت اور تکان کے بعد سب کا واجبی حق ہے صرف ایک شخص اور نہایت خوفناک شخص ڈینورز ایک بلند ٹیلے پر کھڑا ہوا سمندر کی طرف دیکھ رہا ہے جسکی موجیں ٹیلے کے دامن سے آ آ کر ٹکرا رہی ہیں۔ ڈینورز کی متوحش مگر تیز اور چمکدار آنکھوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس وقت کسی کا منتظر ہے۔

قاعدہ ہے کہ انسان جب انتظار کرتے کرتے تھک جاتا ہے تو وہ اپنے دل ہی سے باتیں کرنے لگتا ہے۔ ڈینورز بھی اسی طرح اپنے آپ سے یوں گویا ہوا "یہ زندگی کیسی شیریں ہے۔ اور خصوصاً میرے لئے۔ جسکو دولت شہرت عزت۔ حکومت۔ غرضیکہ ہر ایک چیز جسے اہل دنیا نعمت خطاب کرتے ہیں مگر جو در اصل میری نظر میں نعمت نہیں ہے۔ حاصل ہے۔ آہا۔ میں نے گذشتہ سالوں میں کتنے مزے کئے۔ یہ باتیں آج تک نہ کبھی کسی انسان کو حاصل ہوئی ہیں اور نہ ہونگی۔ مگر باایں ہمہ ایک کانٹا ہے جو میرے دل میں ہمیشہ سے چبھتا ہے بالفرض اگر میں اس مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو پھر؟ اُفوہ۔ اس دردناک انجام سے میری روح کانپتی ہے"

ڈینورز سر سے پاؤں تک کانپنے لگا۔ اور تھوڑی دیر تک اسکا جسم بید مجنوں بنا رہا۔

پھر ہوش میں آ کر میں بھی کتنا بزدل ہوں۔ اور اس بزدلی سے میری بیوقوفی کہیں زیادہ ہے۔ اسمیں ڈرنے کی بات ہی کیا ہے؟ پانچ عورتیں تو میں اسکی نذر کر چکا۔ اب صرف چھٹی باقی ہے۔ اور سولہ سال کا طویل زمانہ

میرے سامنے ہے۔ اے ظالم ڈورا۔ اگر تو میرے پنجہ سے نہ بچتی تو کیوں آج یہ روز سیاہ دیکھنا پڑتا؟ بہرحال میں ایک اور عورت کو اپنی حکمت عملی سے قابو میں لاؤنگا۔ پھر کوئی طاقت مجھے جہنمی عذاب کا نشانہ نہ بنا سکے گی۔ جسکا مجھے شب و روز اندیشہ رہتا ہے"۔

اتنے میں سمندر کی سطح پر ایک سیاہ بادل پیدا ہوا جو چکر کھاتا ہوا ڈینورز کے قریب پہونچکر آناً فاناً انسانی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ وہ شکل میں ڈینورز سے مشابہ تھا۔ دونوں میں فرق صرف یہ تھا۔ کہ نو وارد کی آنکھوں سے تیز شعلے نکل رہے تھے۔ اسکے لب ایک عجیب حرکت میں تھے۔ اور اسکی خوفناک شکل ڈراونے لفظوں میں کہہ رہی تھی کہ وہ شیطان ہے۔

**ڈینورز**:- "میں یہاں تیرا ہی منتظر ہوں۔ کیونکہ اس طاقت سے جو تونے مجھو عطا کر رکھی ہے مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ تم مجھے ملنا چاہتے ہو"۔

**شیطان**:- "آج میری تم سے ملنے کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہیں وہ عہد یاد کرانا چاہتا ہوں۔ جو کئی سال ہوئے تم نے کیا تھا۔ اور جسپر تمھاری روح کی دائمی گرفتاری یا نجات منحصر ہے۔ بہرحال تم اپنے آقا سے ملکر خوش تو ہوتے ہوگے"۔

**ڈینورز**۔ (نفرت انگیز لہجہ میں) "ابھی تک تو میرا آقا نہیں ہے بلکہ ایک طرح پر میں تیرا آقا ہوں"۔

**شیطان**:- "خیر میں اس معمولی معاملہ پر تم سے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ تمھارے ایفائے وعدہ میں صرف سولہ سال کا قلیل عرصہ رہ گیا ہے۔ اس میعاد کے اختتام پر خود ہی معلوم ہوجائیگا کہ آقا کون ہے اور غلام کون؟"

**ڈینورز**۔ (جیب سے پانچ انگشتریاں نکالکر) "یہ دیکھو۔ جب میں ایک اور شامل ہوگئی تو میں تیرے پنجہ سے رہا ہو جاؤنگا۔ مگر اے شیطان۔ گذشتہ واقعات میرے دل میں خار کی طرح کھٹک رہے ہیں اور آئندہ کا کچھ پتہ نہیں۔ کیا تو میرے حال پر رحم کرکے یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ میرا کیا حشر ہوگا؟

شیطان۔ (قہقہہ مار کر جس سے نفرت کی بو آتی تھی) "اے فانی بشر! میں گذشتہ ہزار صدیوں کے حالات سے واقف ہوں اور ماضی کی شاید ایک بات بھی مجھ سے مخفی نہ ہوگی۔ مگر آئندہ کا حال مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ یہ سوائے اُس برتر ذات کے جسکا نام میں اپنی زبان پر نہیں لا سکتا۔ کسی کو معلوم نہ ہوگا۔ مگر اطمینان رکھ کہ اگر تو نے عہد شکنی نہ کی تو میں تم سے بُرا سلوک نہیں کرونگا۔ گو میں شیطان دشمن بنی نوع انسان ہوں مگر اپنی وضع میں منصف اور فیاض ہوں۔"

ڈینورز۔ "تو بیشک فیاض ہے۔ لیکن تیری فیاضی اس قصائی کی فیاضی سے مشابہ ہے جو بھیڑوں کو اسلئے پالتا اور موٹا بناتا ہے کہ ذبح کرنے کے وقت ان سے زیادہ گوشت حاصل ہو۔"

شیطان۔ (خوفناک آنکھیں بنا کر) "اگر یہی معاملہ ہے تو سمجھ لے کہ اب تو ضمنی ہو چکا۔"

ڈینورز۔ "بس بس میں اس سے زیادہ بیہودہ الفاظ تیری زبان سے سننا نہیں چاہتا۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں۔ کہ فوراً میری آنکھوں سے دور ہو جا۔"

ڈینورز نے ادھر یہ لفظ کہے ادھر شیطان غائب ہو گیا۔ اب سطح سمندر پر ایک تاریک بادل چھایا ہوا تھا جو آہستہ آہستہ افق کی طرف جاتا ہوا دکھائی دیا اور آخر ڈینورز کی نظر سے غائب ہو گیا۔

اس مہیب نظارہ سے ڈینورز بہت متاثر ہوا۔ نہ معلوم اسکے دل میں کیا تھا؟ کہ وہ تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا۔ اپنے سنگین قلعہ کی طرف روانہ ہوا جہاں پہونچ کر اس نے ایک دو تین چار دروازے کھولے۔ اب وہ ایک وسیع کمرے میں کھڑا تھا جسکی دیواروں پر آلات جنگ آویزاں تھے۔ یہ وہی خوفناک کمرہ ہے جسکا ذکر کتاب کے شروع قصہ میں آ چکا ہے۔ ڈینورز یہاں ٹھہر گیا اور بیابانِ جنگ دیکھ کر بڑبڑایا۔ "[illegible]

لنڈنی:- "کیا میرے محسن لارڈ ڈینورز جان بحق تسلیم ہو گئے؟"
رگنیلڈ:- "جی ہاں - وہ اتفاقاً گھوڑے سے گر پڑے - اور ایسی سخت چوٹ آئی کہ تین ہی دن میں اس جہان فانی سے روانہ ہوئے"۔
لنڈنی:- "اب انکے بعد انکی جائیداد کا وارث کون ہے؟"
رگنیلڈ:- "یہی خاکسار - جو اس وقت آپکے سامنے کھڑا ہے"۔
یہہ کہکر اس نے جیب سے کاغذات کا ایک مٹھا نکالکر بڑی لاپرواہی سے ماسٹر لنڈنی کے سامنے پھینکدیا یہہ لارڈ لائنل ڈینورز کا وصیت نامہ تھا - اسکے رو سے نوجوان رگنیلڈ ڈینورز اسکے تمام سیاہ و سفید کا اکیلا مالک تھا۔
لنڈنی - (کاغذات کو پڑھکر اور مطمئن ہوکر) "جناب پہلے تو میں آپسے ہمدردی کرتا ہوں - کہ آپ کا لائق چچا اتنی چھوٹی عمر میں جہان سے گذر گیا - اور پھر آپ کو مبارکباد کہتا ہوں - کہ آپ اس عمر میں کروڑپتی بن گئے"۔
رگنیلڈ:- "یہہ صرف آپ کی محبت ہے - چونکہ چچا مرحوم آپ کی ایمانداری کی از بس تعریف کیا کرتے تھے اسلئے میں بھی ان کی طرح آپ کو لنڈن میں اپنا خزانچی مقرر کرتا ہوں"۔
لنڈنی:- "اس عنایت کے لئے میں آپ کا جسقدر شکریہ ادا کروں تھوڑا ہے اب میری ایک مختصر درخواست اور بھی ہے - کہ ازراہِ نوازش میرے ہاتھ سے شراب نایاب کا ایک جام نوش فرمائیے"۔
نوجوان لارڈ ڈینورز نے مسکراتے ہوئے شراب کا گلاس لنڈنی کے ہاتھ سے لے لیا - اور غٹاغٹ پی گیا۔
اس شراب کا فوری اثر رگنیلڈ پر ظاہر ہوا - چونکہ وہ ابھی تھوڑی دور گیا تھا کہ اسکے پاؤں ڈگمگانے لگے - اتفاق سے اُس وقت بڈھا ڈینون مالک سرائے اور ماسٹر میرز جو ابھی ابھی جزیرہ سفید کی قید سے نکل کر آرہا تھا - لنڈنی کی دوکان پر پہونچ گئے - یہہ دونوں شخص خاندان ڈینورز کے مظلوم تھے - ان کو دیکھتے ہی لنڈنی باہر نکل آیا - کیونکہ وہ بھی ان کا ہمخیال تھا - اور یہہ سب لوگ چاہتے تھے

کہ اگر اکیلے اکیلے نہیں تو ملکر خاندان ڈینورز سے انتقام لینا چاہئے۔ اس امر کے متعلق تینوں ستم رسیدہ بڈھے تھوڑی دیر تک مشورہ کرتے رہے۔ شام کا وقت تھا۔ اور رات کی سیاہ چادر دنیا پر بچھی جاتی تھی۔ آخر صلاح ٹھہری۔ کہ رگینلڈ ایک تو محض ناتجربہ کار نوجوان ہے۔ دوسرے تاریکی پھیل رہی ہے اسی وقت اس سے بدلہ لینا چاہئے اس سے بہتر موقع انتقام کا نہیں ملیگا۔

ماسٹر لنڈلی تو دوکان پر بیٹھا رہا۔ اور میزرز اور ڈینون دونوں رگینلڈ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ ہنوز یادہ دور نہیں گئے تھے کہ رگینلڈ لاٹین ایک شرابخانہ سے باہر آتا ہوا دکھائی دیا۔ اب انھیں کامل یقین ہوگیا کہ دشمن قابو میں ہے۔ ابھی ساکہ مارا۔

رگینلڈ۔ (جب میزرز کے قریب ہو پہنچ گیا) "آہا۔ میں نے پہچان لیا۔ تم وہی قابل رحم شخص ہو جسے میں نے قید سے آزاد کیا تھا۔ مجھے امید ہے۔ کہ تم اس وقت میرے لیے ایک کام ضرور کروگے۔ شراب کے نشہ سے میرا سر چکرا رہا ہے اور اب میں ایک قدم بھی زیادہ نہیں چل سکتا۔ میں تمھارا دائمی شکرگذار ہونگا۔ اگر تم آج رات میرے سونے کا انتظام کردو"۔

میزرز نے اپنے ہمراہی ڈینون کی طرف دیکھا۔ اور جب انکی آنکھیں چار ہوئیں تو ان دونوں کو معلوم ہوگیا۔ کہ مضمون واحد ہے۔ آہ! اوس انتقام کے لیے ٹھیک وقت آگیا۔ جسکی امید پشت در پشت سے ہوتی چلی آئی ہے۔ اگر کوئی شخص اس وقت ان دونوں عمر رسیدہ آدمیوں کے دلوں میں جاکر دیکھتا۔ تو اسے معلوم ہوتا کہ انتقام لینے کی خوشی گو عارضی اور ناپائیدار ہوتی ہے۔ مگر کیسی شیریں ہوتی ہے۔

میزرز۔ "حضور میں آپکے لئے ابھی آرام کرنے کا بندوبست کئے دیتا ہوں۔ یہ بھی کوئی بات ہے جسکے لئے آپ اسقدر احسانمندی ظاہر کررہے ہیں"

میزرز ڈینون اور ڈینورز چلتے چلتے تھوڑی دیر میں اس سرائے میں جا پہونچے جسکا حال ہمارے ناظرین پر خوب روشن ہے۔ ڈینون سب سے آگے تھا۔ ڈینورز اسکے پیچھے۔ اور اسکے پیچھے میزرز۔ آخر وہ ایک نمناک کمرے میں پہونچے۔ ڈینورز کمرے

بیچ وسط میں لڑکھڑاتے ہوئے پاؤں کے ساتھ کھڑا تھا۔ جوں ہی میزز نے دہلیز پر قدم رکھا۔ ڈمینون نے اشارہ سے اسے پرے رہنے کے لئے کہا۔ اور ساتھ ہی دیوار میں سے ایک آہنی پیچ گھما یا۔ معاً فرش پھٹ گیا۔ اور اسکے نیچے ایک سیاہ غار نمودار ہوئی۔ جہاں دریائے ٹائمز لہریں لے رہا تھا۔ ڈینورز غپ سے اسمیں گر پڑا۔ مگر فوراً اچکا اور ڈینوین کے قریب آ کھڑا ہوا۔ ڈینوین نے دیکھا تو اسکے کپڑے بھی تر نہ ہوئے تھے۔ اب دونوں بوڑھوں کے حواس گم ہو گئے۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں والا معاملہ تھا۔

**ڈینورز** "اے بدذاتو! تم نے میری جان لینے کی سازش کی جسمیں کامیاب ہونا تمھارے لئے ناممکن ہے۔ مگر خیر تم بھی اپنے کئے کی سزا پاؤ گے۔"

چھر پانی میں باری باری دو بھاری چیزوں کے گرنے کی آواز پیدا ہوئی اور اس کے چند منٹ بعد بیچارے میزز اور ڈینوین کی لاشیں دریائی جانوروں کی خوراک بن رہی تھیں۔ ڈینورز خراماں خراماں سرائے سے باہر آیا۔ چاند اہل دنیا کو اپنے چشمۂ نور سے فیضیاب کر رہا تھا۔ اور اسکی روشنی میں ڈینورز کے چہرہ پر فتحمندی کے آثار صاف دکھائی دیتے تھے۔

## باب ——— ۱۷

## لنڈنی کا حشر

ایک دن دوپہر کو ماسٹر لنڈنی اپنے بھتیجے پارک کے ساتھ دوکان پر بیٹھا ہوا گفتگو میں مصروف تھا۔ اس اثنا میں ڈینورز کا تذکرہ چھڑ گیا۔ اور آخر بینکا کا ذکر بھی آ گیا۔ جب بینکا کا نام لنڈنی کے کان میں پہونچا تو مارے غصہ کے اسکی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔

**لنڈنی** (حسرت بھرے لہجہ میں) "عزیز پارک۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت قریب آ گیا ہے۔ جب بینکا کا بدلہ لیا جائیگا۔ اور اسکی سرگذشت کے خاتمہ پر پہلا لفافہ

ایزا دکئے جائینگے کہ "بینکا کا بدلہ ڈینورز کے خاندان سے لیا گیا"

**پارک** :- میرے بزرگ چچا! خدا آپ کو اس کوشش میں کامیاب کرے"

**لنڈنی** :- "تم جانتے ہو۔ کہ ہمارے بزرگ لنڈنی مرحوم کی وصیت میں لکھا ہے کہ دشمن سے انتقام لینے کا طریق یہ نہیں ہے۔ کہ اسے گولی سے مار دیا جائے۔ یا میدان جنگ میں زخمی کیا جائے بلکہ بہترین تدبیر یہ ہے کہ اسے مفلس بنا کر ناداری کے عذاب میں جلایا جائے۔ سو خوش ہو۔ کہ میں نے ریگنلڈ ڈینورز کو چونکہ وہ الہڑ اور نادان ہے۔ اور نہ اسے اسکے متوفی چچا لائنیل ڈینورز کی طرح طلسمی طاقت حاصل ہے۔ ایک لنگوٹی پوش فقیر سے بھی زیادہ کنگال بنانے کی تدبیر سوچ لی ہے"۔

**پارک** ۔ (کانپ کر) "مگر یہ خیال کر لیجئے گا۔ کہ کہیں تمام عدالت آپ سے مواخذہ نہ کرے"

**لنڈنی** :- "ان تمام امور کا بندوبست میں نے پوری طور سے کر لیا ہے۔ ہمارے دو جہاز بحر اوقیانوس میں غرق ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان میں ڈینورز کا ایک پائی کا بھی مال نہ تھا۔ مگر میں نے حساب کتاب میں اسکے دو کروڑ پونڈ درج کر دیئے ہیں۔ اور یہی اسکی کل پونجی تھی۔ اب وہ نہ صرف ایک مفلس قلاش ہی ہو جائیگا۔ بلکہ الٹا میرا مقروض ہو گا۔ اور میں اسے قرضہ کی وصولی کے لئے خوب دق کرونگا"۔

لنڈنی نے بمشکل آخری فقرہ ختم کیا تھا۔ کہ دروازہ کھلا۔ اور ایک خوش رو حسین جوان جسکے گھونگریالے بال اسکے چہرہ کو اور زیادہ دلفریب بنا رہے تھے داخل ہوا۔ یہ لنڈنی کا ساہوکار ریگنلڈ ڈینورز تھا۔ بخلاف اسکے چچا لائنیل ڈینورز کے اسکی آنکھوں سے ہر وقت حلم کے آثار نمایاں تھے۔

**ڈینورز** :- (لاپرواہی کے لہجہ میں) "ماسٹر منیز۔ تمھارے پاس میرے تقریباً کوئی دو کروڑ پونڈ امانتاً موجود ہیں۔ ان میں سے مجھے پچاس ہزار پونڈ مطلوب ہیں جو تم کل تک ادا کر سکتے ہو"۔

**لنڈنی** :- "جناب من۔ آپ کو ابھی ایک نہایت بری خبر سننے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے"

**ڈینورز** :- "کیا؟"

لنڈنی :- "پچھلے دو ماہ میں میرے دو تجارتی جہاز سمندر میں غرق ہو گئے ہیں تمھارا کل روپیہ انھیں میں لگا ہوا تھا۔ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی میں نے تمھارے حساب میں خرچ [illegible] کیا تھا۔ اب میری طرف سے تمھیں ایک پائی بھی واجب الادا نہیں ہے بلکہ [illegible] میرے مقروض ہو۔"

[illegible] اس نے اپنا جمع خرچ کا رجسٹر ڈینورز کے سامنے رکھدیا اور بڑے [illegible] کہا " اگر میری بات کا اعتبار نہیں تو خود دیکھ لے۔"

ڈینورز خاموش بیٹھا رہا۔ نہ تو اس نے حساب دیکھنے کی پرواہ کی اور نہ لنڈنی کی بات کا جواب دیا۔

لنڈنی - (پارک سے مخاطب ہو کر) "اے میرے نور چشم پارک۔ یہ نوجوان ڈینورز جو اس وقت ہمارے پاس بیٹھا ہے۔ اس خاندان میں سے ہے جسکے ایک بزرگ نے ہمارے خاندان کی ایک باعصمت لڑکی کی آبرو ریزی کی تھی اور جسکی نسبت ہماری [illegible] خاندان تھا کہ ہم [illegible] خاندان سے انتقام لیں۔ سو آج وہ انتقام لیا گیا [illegible] یہ لارڈ نہیں ہے۔ بلکہ ایک کنگال فقیر اور ہمارا مقروض ہے [illegible] بینکا کی سرگزشت میں لکھی [illegible] بینکا [illegible] ڈینورز سے آج کے دن تیرا بدلہ لیا گیا۔

پھر ڈینورز سے مخاطب ہو کر "اے ذلیل ڈینورز۔ تو بھی سن لے کہ اس دنیا میں بدی کا عوض بد ہے۔ تیرے کسی بزرگ نے ایک زمانہ میں بدی کا بیج بویا تھا اور آج اس نخل کا کڑوا پھل تجھے کھانا پڑا۔"

"[illegible] اپنے چچا کی وصیت کے مطابق اٹھا۔ تاکہ بینکا کی تواریخ میں بدلہ لیا گیا [illegible] ہے مگر ڈینورز نے جو ایک چھنگی [illegible] بیٹھا تھا۔ اسی بازو سے پکڑ کر ٹھہرا لیا اور کہا " اس سے پہلے کہ تو اپنے چچا کے کہنے کے مطابق بینکا کی کتاب میں ایک غلط جملہ ایزاد کرے۔ میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ پہلے خوب طرح اپنی تسلی کر لے۔ کہ واقعی میں ایسا ذلیل اور رسوا ہو گیا ہوں کہ جیسا تیرے

جی نے کہا ہے" (پھر لنڈنی سے مخاطب ہوکر) "کیا تمھارے پاس کوئی اقرار نامہ ہے جسکے روسے تم میرے امانت کے روپیہ کو جس طرح چاہو تجارت میں لگا سکتے ہو؟"

**لنڈنی** "ہے کیوں نہیں۔ یہ دیکھو"

لنڈنی نے الماری سے ایک کاغذ نکالکر ڈینورز کے سامنے رکھدیا۔ اسمیں لکھا تھا۔ کہ لنڈنی میرے روپیہ کو تجارتی کاروبار میں اپنی مرضی کے موافق صرف کرنے کا مختار کل ہے۔ مگر ... کی جگہہ دیکھی تو وہ خالی تھی ... نہ لائیل ڈینورز نہ رگینالڈ ڈینورز اور نہ کسی اور ڈینورز کے دستخط تھے

اب تو لنڈنی کا رنگ فق ہوگیا اور خون اسکی رگوں میں منجمد ہوگیا۔

**ڈینورز** "بہت خوب۔ میں تمھیں اس جعلسازی کی پوری پوری سزا دونگا اور کل ہی تم سے اپنا روپیہ طلب کرونگا۔ دیکھوں کون کمبخت تمکو بچاتا ہے۔ تمکو جیلخانہ کا منھ دیکھنا پڑتا ہے"

اسوقت ڈینورز کی آنکھوں سے برقی شعلے نکل رہے تھے بالکل اسی طرح جیسا کہ ہم اسکے پہلے قالب لائیل ڈینورز کی حالت میں دیکھ چکے ہیں۔

اس واقعہ سے آٹھ گھنٹے بعد رات کے گیارہ بجے لومبرڈ اسٹریٹ کی ایک دوکان میں سخت آگ لگی جو کل مال و اسباب کے ساتھ مردہ لنڈنی کو نگل گئی۔ دوسری صبح دوکاندار اور دیگر اہل شہر بیچارے مسز اور اسکے بھتیجے پارکر کی قسمتی پر افسوس کے آنسو بہا رہے تھے۔

# باب ——— ۱۸

## زاہد پاکباز

بیچارے لنڈنی کو اس دنیا سے نامراد گئے ہوئے دس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ آج ہم سینٹ لوئیس کو جسے شاہ انگلستان کی طرف سے لارڈ کا خطاب مل چکا ہے بحیثیت سفیر انگلستان کے قسطنطنیہ کی طرف جاتے دیکھتے ہیں۔

شہنشاہ روم چونکہ اُن دنوں سخت بیمار تھے اسلئے لارڈ لوئیس کو مقررہ ایام سے زیادہ عرصہ تک قسطنطنیہ میں قیام رکھنا پڑا۔ ایک رات عالم خواب میں اسے روشنی نظر آئی۔ اس روشنی میں سے ایک سیاہ بادل کا ٹکڑا پیدا ہوا جو آہستہ آہستہ ایک بُت کی ہئیت میں تبدیل ہوگیا۔ یہہ شکل ایک نہایت حسین عورت کی تھی۔ یہہ کچھ دیر تک لوئیس کی طرف ٹکٹکی باندہے دیکھتی رہی پھر اس نے یوں لب کشائی کی " اے لوئیس! میرے عزیز لوئیس! کیا تو جانتا ہے کہ میرا نام آرلائن ہے اور میں وہی آرلائن ہوں۔ جسکا انتقام لینے کے لئے تونے اپنے چچا کے بستر مرگ پر حلف لی تھی۔ کیا تو نے اپنا عہد فراموش کردیا؟ اٹھ کمر ہمت باندھ اور کوہ البیئن پر جا۔ جہاں تجھکو دشمن پر فتح یابی کی تدبیر حاصل ہوگی " اتنا کہکر وہ نورانی صورت پھر اُسی بادل میں غائب ہوگئی۔

لوئیس دن بھر اس عجیب خواب کے مطلب پر غور کرتا رہا۔ دوسری رات پھر اسے یہی خواب نظر آیا۔ اور اسطرح تیسری رات بھی خواب میں اس نے بعینہ یہی کیفیت ملاحظہ کی۔ اب تو اسکے شوق کی کچھ انتہا نہ تھی۔ چوتھے روز صبح ہوتے ہی تن تنہا پہاڑ کی طرف روانہ ہوا۔ شام کے چار بجے کا وقت تھا۔ جب وہ افتاں و خیزاں پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی پر پہونچ گیا۔ یہاں سے قسطنطنیہ کے بلند مکانات اور مینار نظر آرہے تھے۔ بحیرۂ روم میں جہازوں کے جھنڈے لہلہاتے ہوئے حضرت انسان کے ثمر محنت کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ چاروں طرف دلکش سبزہ زار تھا۔ مگر ایک متنفس بھی وہاں موجود نہ تھا جس سے لوئیس دل کا راز کہتا۔ اب اسے خیال ہوا۔ کہ میں نے خواب کی تاویل کرنے میں سخت غلطی کی ہے۔ آرلائن کی شکل محض دہوکا تھی۔ اور انتقام کی تدبیر کا حاصل ہونا محض وہم کا نتیجہ۔

لوئیس اسی مایوسی کی حالت میں حیران و پریشان چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک طرف سے آواز آئی " اے نیک انسان تو کون ہے؟ اور کس طرح

"تیرا آنا ہوا" جب اس نے مڑ کر دیکھا۔ تو متکلم ایک نورانی صورت بزرگ تھا لوئیس نے جھک کر سلام کیا۔ اور اپنے آنے کی نسبت صرف اسقدر کہا "میں یہاں ایک عجیب کام کے لئے آیا ہوں۔ بلکہ مجھے کہنا چاہئے کہ بھیجا گیا ہوں۔ مگر حیران ہوں کہ کیا کہوں اور کس سے کہوں؟"

**زاہد:** "شاید تم منزل مقصود پر پہنچ چکے ہو۔ اور تمہارا پیغام میری طرف ہو"

**لوئیس:** "تو پھر اے فرشتہ صورت انسان مجھے ایک عورت نے جو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اور جو ایک دغاباز شخص ڈیوورز کا شکار ہو چکی ہے تمہاری طرف بھیجا ہے"

**زاہد نے حیرانی سے:** "ایں ڈیوورز! وہی ملعون ڈیوورز جس نے ہمارے خاندان کو تباہ کیا تھا"

یہ کہہ کر زاہد اٹھ کھڑا ہوا۔ اور لوئیس کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ قریب ایک جھونپڑی تھی۔ دونوں شخص اس میں داخل ہوئے۔ زاہد نے ایک سوکھی روٹی اور پانی کا کوزہ اپنے سامنے رکھا اور اسی سے اپنے مہمان کی بھی خاطر کی ؎

خطرہ خون جگر سے کی تواضع عشق کی
سامنے مہمان کے جو کچھ تھا میسر رکھ دیا

جب میزبان اور مہمان دونوں سیر ہو چکے۔ تو اول الذکر نے درگاہ باری تعالے میں اس نعمت کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر لوئیس سے کہا۔ کہ جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اسے سننے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

# باب ۔۔۔۔ ۱۹

## ڈیوورز کی سرگذشت

زاہد پاکباز نے یوں سلسلہ کلام شروع کیا:۔

"میرا ماجرا سنہ ۱۵ء سے شروع ہوتا ہے جبکہ میں ایک مالدار تاجر تھا اور

شہر ٹولیڈو میں بود و باش رکھتا تھا۔ میری گذران بڑے آرام سے ہوتی تھی۔ کیونکہ دُنیاوی سامان مجھے بافراط میسّر تھے۔ اور میری بیوی بڑی خدا پرست سلیم الطبع اور عقیل تھی۔ اس شادی کا ثمر ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکے کا نام جون اور لڑکی کا نام ڈولوروزا تھا۔ اوّل الذکر کی عمر تیس سال اور آخر الذکر کی عمر ۱۸۔۱۹ سال کی ہوگی۔ ان ایام میں قادر مُطلق نے ان بچوں کی ماں کو اپنے پاس بُلا لیا۔ میں نے اس صدمہ کو بڑے صبر سے برداشت کیا۔ کیونکہ تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے؟ لیکن میں سمجھ گیا کہ یہ منحوس فال کسی بڑی مُصیبت کا پیش خیمہ ہے۔

ایک دن کونٹ سنگو یا جو شہر کے رؤسا میں شمار ہوتا تھا۔ اور وضع قطع میں بھی ۲۵ سالہ خوبصورت جوان تھا۔ میرے پاس آیا اور ڈولوروزا کی شادی کا خواہان ہوا۔ میں نے جواب دیا کہ ڈولوروزا اپنی مرضی کی آپ مالک ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ کہ میرے گھر میں اس سے ملنے کے لئے آیا کرو۔ اگر وہ تم سے شادی کرنا منظور کریگی تو مجھے اسمیں کچھ اعتراض یا تامل نہ ہوگا۔ اب کونٹ سنگو یا تقریباً ہر روز ہمارے ہاں آیا کرتا تھا۔ وہ ڈولوروزا کی طرف بڑی التفات ظاہر کرتا مگر روزا اوسکی صورت سے بھی بیزار تھی۔ آخر ایک دن اسی بات پر جون اور کونٹ سنگو یا میں تکرار ہوئی اور روزا نے جو موقع پا گئی تھی۔ کونٹ سے کہدیا۔ کہ آپ مہربانی کر کے ہمارے ہاں نہ آیا کریں۔ کونٹ کا چہرہ مارے غصہ کے لال انگارا ہو گیا۔ وہ یہ کہکر دروازہ سے نکلا۔ کہ میں تم سب لوگوں کو اس بدسلوکی کا مزہ چکھا کر رہوں گا۔

ان دنوں شہر میں ایک نیا حاکم آیا تھا وہ مذہب عیسوی میں بعض غیر مناسب ترمیمیں کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے تو اپنی طرف سے کچھ تعرض نہ کیا مگر شہر والوں نے سخت مخالفت کی۔ کونٹ سنگو یا اس حاکم کا مشیر اعظم تھا

اسکی صلاح سے حاکم مذکور نے نادرشاہی حکم دیدیا۔ کہ جو لوگ نئے قواعد کے مخالف ہیں۔ وہ گویا مذہب عیسوی کے دشمن ہیں۔ لہٰذا اُنکو بطور مجرم کے عدالت میں پیش کیا جائے۔ مجھے کیا خبر تھی؟ کہ اس شرارت کی تہ میں ہمارے خاندان کی تباہی مخفی ہے۔ ایک صبح ہم ابھی خواب سے بیدار نہیں ہوئے تھے کہ عدالت کے پیادوں نے ہمارا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ اور اس بیجا مداخلت کا سبب دریافت کیا۔ مگر میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہ مکان میں گھس گئے۔ اور جون اور ڈولوروز اکو کشاں کشاں باھر لائے۔ اتنے میں کونٹ سگویا بھی سرکاری وردی پہنے ہوئے آ یا۔ اس نے میری طرف مسکرا کر کہا "کیوں صاحب۔ دیکھا! معزز اشخاص سے نخوت کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ آج جون اور روزا ہماری شہری عدالت میں بطور شاہی مجرم کے پیش ہونگے۔ کہ انھوں نے مقدس احکام کی مخالفت کی اور ہمارے عالیجاہ حاکم جو بطور بادشاہ کے ہے کی شان میں بھی ناموزون کلمات کہے۔" یہہ کہکر اس نے پیادوں کو حکم دیا کہ میرے لخت جگروں کو جیلخانہ میں لیجاؤ۔

"جب میں نے یہہ سانحہ دیکھا۔ تو میری آنکھیں کھلیں۔ کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ موت کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ کیونکہ پچھلے دو چار دنوں میں جتنے قیدی اس جرم میں پیش ہوئے تھے ظالم حاکم نے سب کے حق میں سزائے موت کا فتویٰ صادر کیا تھا۔ میں اُن لوگوں کے پاس جنھیں میں اپنا دوست سمجھتا تھا گیا۔ مگر تسلی یا دلاسہ دینے کی بجائے اُلٹا انھوں نے مجھے جھڑک دیا۔ کہ بھئی تم تو آفت میں آئے ہمیں اپنے ساتھ کیوں چاہ مصیبت میں ڈالتے ہو۔ غرضیکہ اپنی بُری قسمت پر روتا ہوا ناکام گھر واپس آیا۔ اور اپنے خداوند کریم کی جناب میں مدد کے لئے دست بدعا ہوا۔

"تیسرے دن ایک سپاہی نے مجھ سے آکر کہا۔ کہ میں کونٹ کی طرف سے

آیا ہوں۔ اور کونٹ نے کہا ہے کہ جون اور روزا دونوں کی جان بخشی ہو سکتی
ہے بشرطیکہ روزا کونٹ کے ساتھ شادی پر رضامند ہو جائے۔ اور اسکے
ساتھ ہی اس نے کہدیا کہ اگر میں روزا اور جون سے ملاقات کرنا چاہوں
تو مجھے آج اجازت مل سکتی ہے۔ میں اسی بات کا منتظر تھا۔ فوراً اس قاصد
کے ہمراہ جیلخانہ کی طرف روانہ ہوا۔ جیل کے دروازہ پر پہونچکر سپاہی ٹھہر گیا۔
اور ایک ملازم مجھے روزا کے کمرے میں لیگیا۔ روزا مجھے دیکھکر میری
چھاتی سے آلگی۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک تار جاری کردیا۔ میں نے
اسے تسلی دی۔ اور پوچھا کہ جیلخانہ میں تمہیں کیا تکالیف برداشت کرنی پڑیں
اس سوال سے روزا کے چہرہ پر بشاشت آگئی۔ اور اس نے جواب دیا کہ
"اے پیارے باپ! قید میں میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ گذرا ہے۔ ایک دن
دوپہر کو جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو میرے سامنے ایک پچیس سالہ خوبصورت
قدآور جوان کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ "میں انگلستان کا ایک رئیس زادہ ہوں
اور تمام براعظم یورپ میں میرے قلعے اور مکانات ہیں۔ شہر میں اتفاقاً
تین مرتبہ تمہیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور جب بعد میں معلوم ہوا کہ تم گرفتار
مصیبت ہو تو یہاں آکر تم سے اظہار ہمدردی کرنا اپنا فرض سمجھا۔ اب میری
کوشش یہ ہے کہ کسی طرح تمہیں اور تمہارے بھائی کو آزاد کرالوں۔" میں نے
اس مہربان کی مہربانی کا شکریہ ادا کیا۔ اور وہ چلا گیا۔ مگر دوسرے دن
ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ کہ میں نے اس رعنا جوان کو اپنے سرہانے کھڑا دیکھا
مجھے آنکھیں کھولتے دیکھکر اس نے کہا" اے خوبصورت روزا۔ مبارک ہو
کہ میں نے تمہاری اور تمہارے بھائی کی رہائی کا انتظام کرلیا ہے۔ میں شہر کے
حاکم سے ملا تھا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ کہ جونہی تمہارا مقدمہ پیش
ہوگا وہ تمہیں فوراً عدم ثبوت جرم میں رہا کردیگا۔ تسلی رکھو۔ کہ اس وقت تک
میں یہاں سے نہیں جاؤنگا۔ اور ہر ایک تدبیر جو مجھ سے ہو سکے گی تمہاری

خلاصی کے لئے سوچوں گا"۔ میں نے اس نیک نہاد نوجوان کا شکریہ ادا کیا۔ اور جاتی دفعہ اس نے مجھ سے کہا " ابتک میں تمہارے والد سے اسلئے نہ مل سکا کہ انکی طبیعت سنا ہے کسیقدر علیل ہے۔ دو چار روز میں ان سے ضرور ملونگا"۔ مگر میں حیران تھی۔ کہ وہ مقفل دروازوں میں سے کس طرح میرے پاس آ سکتا ہے۔ اس سوال کے جواب میں اس نے کہا " میرا نام لارڈ ڈینورز ہے۔ میرے پاس ایک سونے کی چابی ہے۔ اسکی مدد سے میں ہر ایک قفل خواہ وہ کسی قسم کا ہو کھول سکتا ہوں"۔ سو اے بابٗ یہ اسی شریف جوان کی تسلیوں کا نتیجہ ہے کہ ابتک میرے حواس قایم ہیں۔ ورنہ آج آپ مجھے اس حالت میں نہ پاتے"۔

اتنا قصہ سنا کر زاہد یکبار دم لینے کے لئے ٹھہر گیا۔ غالباً یادگذشتہ نے اسکے آئینہ سے صاف دل کو مکدر کر دیا تھا۔

لوئیس۔ " واقعی آپ کی کہانی بڑی پر درد ہے"۔

زاہد۔ " اے محبوب التعظیم مہمان۔ ابھی تو یہہ دردناک قصہ شروع ہی ہوا ہے۔ جب آپ سے مفصل سنیں گے تو آپکا دل ہل جائیگا۔ جب روزنا یہہ واقعہ سنا چکی تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ اسکے دل کی سادہ لوح پر ڈینورز نے حکمت عملی سے عشق کے حروف منقش کر دئیے ہیں۔ اتنے میں ایک سپاہی نے آکر کہا۔ کہ بس آپ کا وقت ملاقات ختم ہو گیا۔ تشریف لے چلئے۔ یہاں سے ہو کر میں جون کے پاس گیا۔ اور اسے ہر طرح سے تسلی دی کیونکہ مجھے روزا کی باتوں سے بڑی امید بندھ گئی تھی۔

" دوسرے دن سویرے ہی میرے ملازم نے اطلاع دی کہ لارڈ ڈینورز مجھ سے ملنے آیا ہے۔ میں اسکا نام سنکر خوشی سے جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ اس نے بہت دیر تک روزا اور جون کے معاملہ میں مجھ سے گفتگو کی اور سینکڑوں تشفی آمیز کلمات کہے۔ اتنے میں اسی ملازم نے آکر اطلاع دی

کہ کونٹ سنگو یا ملاقات کے لئے باہر کھڑا ہے۔ میں نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ "آپ اندر آجائیں۔ تاکہ ایک تیسرا شخص لارڈ ڈینورز ان باتوں کا جو ہمارے درمیان ہوں گواہ رہے۔" مگر وہ بڑبڑاتا ہوا اندر آیا۔ اور مصر ہوا۔ کہ مجھے جو کچھ کہنا ہے وہ خلوت میں ہی کہونگا۔

ہمفری ڈینورز۔ "یہہ شیوہ صرف بے ایمان اور کمینہ آدمیوں کا ہو سکتا ہے۔"

کونٹ۔ "ارے پاجی۔ یہہ لفظ تو نے کس کی شان میں کہے؟"

ڈینورز۔ "واہ ری شان! بھلا جعلسازوں اور دغا بازوں کی بھی شان ہوا کرتی ہے۔"

کونٹ۔ (تلوار میان سے نکالکر) "اب میں لفظی لڑائی پر اکتفا نہیں کر سکتا۔ یہہ تلوار ہمارا فیصلہ کریگی۔"

ڈینورز۔ "اگر تو موت کا خواہاں ہے تو آ مجھ سے نبرد آزمائی کر لے۔"

کونٹ۔ "خیر ابھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ کون موت کا خواہاں ہے۔"

یہہ کہکر وہ ڈینورز کی طرف بڑھا اور غصہ میں ہمدکا ہاتھ اپنی طرف کھینچا۔ ڈینورز فوراً اسکے مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ مگر میں نے بطور ثالث کے کہا۔ کہ جبتک کونٹ کی طرح ڈینورز کے پاس بھی آلہ جنگ نہ ہو ڈوئیل جائز نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا تھا کہ آخر الذکر کو دوسرے کمرے سے اپنی آبدار تلوار لا دوں۔ لیکن اس نے مجھے اپنی باریک کرچ دکھا کر کہا۔ "خدا نے چاہا تو یہی کرچ دشمن کا کام تمام کر دیگی۔"

ڈینورز اور کونٹ باغ میں ڈوئیل لڑنے چلے گئے۔ ان کے پیچھے میں خدا کی درگاہ میں ڈینورز کی فتحیابی اور کونٹ کی تباہی کے لئے دست بدعا ہوا۔ میں نے سجدہ سے فارغ ہو کر ابھی سر زمین سے اٹھایا ہی تھا کہ ڈینورز میری طرف آیا اور فتحمندانہ لہجہ میں بولا "مبارک ہو دشمن قتل ہوا۔ اور تمھاری بھی مصیبت کا خاتمہ ہو گیا۔" میں اسی وقت اس کے قدموں پر گر پڑا۔ اور شکریہ بجا لایا پھر میں نے خداوند کریم کا شکر کیا۔ کہ اس نے مجھے ایسی سخت مشکل اور ذلت کے منہ سے

بچا لیا۔ دوسرے دن جون اور روزا کا مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ چونکہ وہ دونوں بالکل بےقصور تھے اور کوئی شخص ان کے خلاف جھوٹی گواہی دینے پر آمادہ نہ تھا۔ اور جو تھا اسے خدا نے اس دُنیا سے اُٹھا لیا تھا۔ اسلئے حاکم نے ان دونوں کو عدم ثبوت میں بری کر دیا۔ روزا ڈینورز کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئی۔ اسکی آنکھوں سے خوشی کے آنسو ٹپکنے لگے۔ جون بھی ڈینورز کو اپنے خاندان کا محسن سمجھ کر دل سے اسکا ممنون تھا۔ اور میں ان دونوں سے بڑھ کر اس جوانمرد کا مداح تھا۔ کیونکہ میں دیکھ چکا تھا کہ اس نے ہماری خاطر جان عزیز کو معرض خطر میں ڈالا۔ روزا نہ صرف اسکی نیک سیرت کی مداح تھی بلکہ اسکی دلفریب صورت کی بھی شیدا تھی۔ غرض دونوں میں شادی کی تجویز ٹھہر گئی جسے میں نے دل سے پسند کیا۔

"اب ڈینورز ہمارے ہاں اکثر آیا کرتا تھا اور ہم اسکی خاطر و تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ ڈینورز نے اپنے طرز کلام۔ آداب گفتگو اور عام سلوک سے تمام کنبہ کو پہلے سے بھی زیادہ گرویدہ کر لیا۔ انھیں دنوں مجھے ایک صراف کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ میرا آئندہ داماد کروڑپتی بلکہ ارب پتی ہے اور تمام ممالک متمدن عظمیٰ میں اسکے قلعے اور گماشتے موجود ہیں۔

"غرض شادی کی تاریخ قریب آگئی اور ہم نے اپنی حیثیت کے مطابق سب ضروری سامان مہیا کر لیا۔ شادی سے ایک دن پیشتر فرط خوشی سے جو حالت میرے دل کی تھی اسکا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ میں اپنے تصور میں روزا کو ملکہ بیگم سمجھے بیٹھا تھا۔ دوسرے دن صبح کو جب میں خواب سے بیدار ہوا۔ اور میرا بیٹا جون لباس فاخرہ پہنے ہوئے مجھے مبارکباد کہنے آیا۔ عین اسی وقت روزا کی خادمہ نے اطلاع دی کہ "روزا مکان میں نہیں ہے۔ اور کل رات سے غائب ہے"۔ جون بیچارہ دوڑا دوڑا ڈینورز کو خبر کرنے گیا۔ مگر وہاں بھی گم شدہ دو شد کا معاملہ تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی کل رات سے مع ملازموں کے کہیں

چلا گیا ہے۔ اب ہمیں کامل یقین ہو گیا کہ وہ سادہ دل روزا کو بہکا کر لے گیا اور ہمارے خاندان کے دامن عزت پر بدنامی کا وہ دھبہ لگا گیا جو کبھی مٹائے نہیں مٹ سکتا۔

" اسی وقت میرے خادم چاروں طرف دوڑ گئے لیکن اس دغا باز کا کچھ سراغ نہ ملا اور وہ ناکام واپس آئے۔ جون نے قسم کھائی۔ کہ میں اس فریبی سے ضرور بدلہ لونگا۔ یہ کہکر وہ اسکی تلاش میں گھر سے روانہ ہوا۔ دنوں سے ہفتے، ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے سال بن گئے۔ وقت بڑی تیزی سے گزرتا گیا۔ اور جون کو گئے ہوئے پورے دو سال کا عرصہ گزر گیا۔ مگر نہ تو اس نے کوئی خبر روزا کے متعلق بھیجی۔ اور نہ واپس آیا۔ میری بے چینی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اب روزا تو میرے دل سے بھول گئی۔ اسکی بجائے شب و روز جون کی یاد ستانے لگی۔ میں ہر وقت خدا کی جناب میں گریہ و زاری کرتا۔ کہ ایک دفعہ جون مل جائے اور میں اطمینان سے اپنا دم توڑ دوں۔ میری یہ دعا قبول ہوئی۔ لیکن کس طرح؟ جب جون مجھ سے ملا تو بیچارہ وہ صرف ہڈیوں کا پنجر بنا ہوا تھا۔ اس نے اپنے پر از مصائب سفر کا حال سنایا۔ کہ میں نے برّ اعظم کا ایک ایک شہر چھان مارا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تمام جنگلوں میں گیا۔ مگر نہ ڈیوڈ ملا اور نہ روزا کا کچھ سراغ ملا۔ جون جب اپنے رنج و غم کی کہانی سنا چکا تو میری آغوش میں ان آخری الفاظ سے اپنا دم توڑ دیا۔ "میرا۔ روزا کا اور اپنے خاندان کی بے عزتی کا بدلہ اس دغا باز سے ضرور لینا۔"

" اے میرے معزز مہمان لارڈ لوئیس۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ روزا اور جون کی دائمی جدائی سے میرا کیا حال ہوا ہوگا۔ دنیا میری آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گئی جس مکان میں میرے آباؤ اجداد رہتے آئے تھے۔ اب وہ مجھے کاٹنے کو دوڑتا تھا۔ اگر میں خدا ترس نہ ہوتا تو شاید خودکشی کر لیتا۔ لیکن میں نے اس فعل سے گریز کرکے اپنا تمام مال و اسباب جمع کیا جو لیکر اس مقدس سرزمین کا رخ کیا اب ۲۷ سال سے یہ غار میرا مسکن اور یاد خدا میرا تقویٰ ہے۔"

زاہد نے اسقدر کہکر اپنی گردن جھکالی یا شائد بار غم سے اسکی گردن خود بخود جھک گئی۔

**لوئیس** ۔ (حیرت کے لہجہ میں) "مگر یہاں ایک پُر حیرت سوال پیدا ہوتا ہے۔ آپکے بیان کے مطابق ڈینورز نے جبکہ ۱۷۷۵ء میں اسکی عمر صرف تیس سال کی تھی روزا کو بھگایا۔ اسی ڈینورز نے ۱۹۲۳ء میں ہمارے خاندان سے آرلائن کو بھگایا۔ اور اس وقت بھی اسکی عمر صرف تیس سال کی تھی۔ یہ کیا راز ہے؟"

**زاہد** "دراصل بات یہ ہے کہ ڈینورز ایک ہی شخص ہے اور وہ ایک سو پچاس سال سے اپنی ہیئت تبدیل کرتا رہا ہے۔"

**لوئیس** "اسکا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا"

**زاہد** "آج سے ایک سو پچاس سال قبل والٹر ڈینورز نامی ایک شخص نے شیطان سے معاہدہ کیا تھا۔ کہ اگر وہ اسے ڈیڑھ سو سال کے لئے دنیاوی عزت اور دولت اور چند غیر معمولی طاقتیں عطا کرے۔ تو اسکے معاوضہ میں ڈینورز کچھ شرائط پوری کریگا۔ اور اگر وہ ان شرائط کو پورا نہ کرسکا تو اسکی روح ہمیشہ کے لئے شیطان کے قبضہ میں آجائیگی۔ اس خوفناک معاہدہ میں اب صرف ایک سال باقی ہے۔ تم اسلئے مقرر کئے گئے ہو۔ کہ ان شرائط کو جو بنی نوع انسان کے لئے نہایت خطرناک ہیں پورا نہ ہونے دو۔"

**لوئیس** "وہ شرائط کیا ہیں؟"

**زاہد** "ڈینورز کا اقرار یہ ہے کہ وہ اس ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں چھ باکرہ عورتیں جو اپنا جسم اور روح ڈینورز کے حوالہ کردیں شیطان کی بھینٹ چڑھائیگا پانچ دے چکا ہے چھٹی باقی ہے۔"

**لوئیس** "او غریب آرلائن تو اسی لئے بھگائی گئی تھی۔ کہ تیری روح شیطان کے حوالہ کیجائے"

**زاہد** "سنو۔ ڈینورز نے جتنے گھروں کو تباہ کیا ہے وہ یوں ہی بے اثر نہیں رہینگے۔ اور اس سیاہ فطرت انسان کو اپنی شرارت کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ مجھ کو ایک رمز عالم رویا میں دکھائی دیا تھا۔ کہ ان پانچوں عورتوں کے نام ایک کمرے کی دیوار پر آگ کی طرح چمک رہے ہیں۔ ہاں ہاں مجھے یاد آگیا۔ بنیتا۔ مارگریٹ۔ آرلائن روزا۔ اور کلارا۔ اگرچہ میں نہیں جانتا۔ کہ وہ کمرہ دنیا کے کس حصہ میں واقع ہے

مگر مجھے بشارت ہو چکی ہے کہ ڈینورز ہرگز چھٹی عورت کے حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ اور جن معصوم لڑکیوں کی روحیں اسکے قبضہ میں ہیں وہ بھی بفضل خدا اسکے پنجہ سے نجات پائینگی۔

اب رات زیادہ ہو چکی تھی۔ زاہد نے لوئیس سے کہا۔ کہ آج آپ لیٹ جائیں اور یہیں آرام کریں۔ لوئیس نے زاہد کے حکم کی تعمیل کی۔ رات کو اس نے خواب میں دیکھا۔ کہ آرلائن بشاش آنکھوں سے اسکی طرف دیکھ رہی ہے۔ اب وہ اسکی روشنی یا سیاہ بادل اسکے گرد نہ تھا جو کہ اس نے کل رات خواب میں دیکھا تھا۔ فقط آرلائن کی صورت بہت زیادہ نورانی ہوگئی۔ اور اس نے لوئیس سے کہا "میرے عزیز لوئیس! میں خوش ہوں۔ کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ اب زاہد کا کہنا مانو تم اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوگے۔"

لوئیس نے آنکھ کھولی تو تڑکا تڑکا تھا۔ اور زاہد پہاڑ کی چوٹی پر دوزانو ہوکر خدا سے دعا مانگ رہا تھا۔ جب وہ عبادت سے فارغ ہوا۔ تو دونوں نے ملکر کھانا کھایا اور لوئیس نے واپس جانے کی خواہش ظاہر کی۔

زاہد: اے بیٹا۔ خدا تمھیں اس نیک ارادے میں کامیاب کرے۔ مجھے تمھارے متعلق جو ہدایت ہوئی ہے۔ وہ میں کہتا ہوں۔ غور سے سننا۔ اس سال (یعنی ۱۵۲۲ء میں) ماہ مئی کی ۲۱ تاریخ کو ٹھیک رات کے دس بجے تمھیں جزیرۂ سفید میں قلعہ کارسبرگ میں پہونچنا چاہئے۔ وہاں جو شخص تمھیں سب سے پہلے ملے اسکے کان میں کہدو۔ کہ "آج رات ڈینورز ایک معصوم لڑکی کو شیطان کی نذر کریگا۔ اسے ضرور بچا جائے" یہ شخص (مجھے معلوم نہیں۔ عورت ہے یا مرد؟) باقی کام خود ہی کرلیگا۔ تمھیں اسکے ساتھ رہنا چاہئے۔ یہ طلسم لیتے جاؤ۔ جو تمھیں اور تمھارے ہمراہی کو ڈینورز کے شر سے محفوظ رکھیگا۔"

زاہد کا عطا کردہ طلسم ایک صلیب تھی۔ لوئیس نے اسے چوم کر گلے میں ڈال لیا۔ اور اپنے مربی کو خیرباد کہکر رخصت ہوا۔

# باب ـــــ ۳۰

## مریم

سنہ ۱۸۱۵ء کا ذکر ہے۔ کہ قصبہ چلفورڈ میں جو دریائے جیسلمیر کے کنارے پر واقع ہے ایک شخص مسٹر ہربرٹ لی نامی اپنی بیوی اور ایک شیر خوار لڑکی کے ساتھ وارد ہوا۔ یہ چھوٹا سا کنبہ ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ اہل قصبہ میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہیں؟ کہیں سے آئے ہیں؟ اور ان کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ ایک دن یہ تینوں کشتی میں سوار تھے۔ کہ دفعتاً کشتی پانی میں بیٹھ گئی۔ ہربرٹ لی اور اسکی بدقسمت بیوی پر تو غالب کا شعر ؎

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

صادق نہ آسکا۔ لیکن وہ بیچارے ضرور غائب ہوگئے۔ مگر خدا کی قدرت شیر خوار لڑکی ایک تختہ پر بیٹھی ہوئی دریا کے کنارے پر آ لگی۔ اسی وقت ایک بوڑھی عورت مسز گریگوری نامی جو ایک جنگی کپتان کی بیوی تھی۔ اور نیک دل، رحم دل اور نیک باطنی کے لئے خاص طور پر مشہور تھی۔ حسن اتفاق سے دریا کے کنارے پر کھڑی تھی۔ اس نے اس لڑکی کو اٹھا لیا اور گھر لا کر حقیقی بیٹی کی طرح اسکی پرورش کرنے لگی۔

اس واقعہ کو عرصہ پندرہ سال گذر چکا ہے۔ اور اب تمام اہل دنیا اپنے کاروبار میں جہاں زمانہ حال ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ۱۵ اپریل ۱۸۳۰ء لکھتے ہیں۔ مسز گریگوری کی وہ لڑکی اب شیر خوار بچی نہیں ہے۔ بلکہ ایک پندرہ سالہ حسین عورت ہے جسکا شباب جوبن پر ہے۔ اور جوبن خود شباب میں ہے ع

لڑتے ہیں چھیڑتے ہیں جوبن پری بنائے ہوئے

اس بیچارہ کا نام مریم ہے اور وہ بڑھیا مسز گریگوری کے ساتھ دریا کے کنارے پر ایک باغیچہ میں جھونپڑی میں رہتی ہے۔

ایک دن جبکہ مسگریو جھونپڑی سے باھر گئی تھی۔ مریم آہستہ آہستہ ٹہلتی ہوئی سبزہ زار میں دور تک نکل گئی اور اچانک اسکی نظر ایک بڑے خوبصورت جوان پر پڑی جو نہایت نفیس پوشاک پہنے ہوئے کھڑا تھا۔ مریم اس خیال میں تھی۔ کہ آگے نہ بڑھے اور وہیں سے پیچھے پلٹ جائے۔ کہ اس جوان نے بڑے شیریں لہجہ میں اسے یوں مخاطب کیا:۔ "اے نازنین! قصبہ ملفورڈ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

اس سوال سے مریم کا دل دھڑکنے لگا۔ اسلئے نہیں کہ وہ ڈر گئی تھی۔ یوں تو وہ اس جوان کی ملاقات سے دل میں خوش تھی۔ بلکہ اس لئے کہ آج اسکی چھوٹی سی زندگی میں پہلی دفعہ اسے ایک ایسے جوان سے مخاطب ہونے کا موقع ملا تھا جسکی صورت اسکی آنکھوں میں کھب کر دل تک پہونچی۔ مریم نے جب غور سے دیکھا تو اسکا مخاطب نہایت حسین تھا۔ مریم نے اسکے سوال کا جواب دیا۔ مگر نہ معلوم اسکے دل میں کیا خیال آیا کہ جواب دیکر وہیں کھڑی رہی گویا وہ اپنے نوری محبوب کی دید سے سیر ہونا چاہتی تھی

**نوجوان:۔** اے نازنین! اصل بات یہ ہے کہ میں ایک نہایت معزز خاندان سے ہوں مگر کچھ عرصہ سے یہ خاندان شاہی عتاب میں آگیا ہے۔ اور بادشاہ انگلستان میرے خون کا پیاسا ہے۔ میں اسی ڈر سے بھاگا ہوا یہاں آیا ہوں تاکہ اپنی جان عزیز کو ظالم بادشاہ انگلستان کے ہاتھ سے بچاؤں۔"

ان الفاظ سے مریم کا دل نرم ہوا۔ اور اس نے محبت کی نگاہ سے فرضی مظلوم نوجوان کی طرف دیکھا۔ وہ بڑا چالاک تھا۔ فوراً تاڑ گیا کہ جادو چل گیا۔ اور کامیابی کی صورت نظر آئی۔

**نوجوان:۔** میں تمہارا مشکور ہوں۔ کہ تم ہمدردی سے میری باتیں سن رہی ہو اب میں تمہیں ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں بشرطیکہ تم مجھے اس گستاخی کے لئے معاف کردو۔"

**مریم:۔** (آنکھوں میں آنسو بھر کر) "اگر میں اس مصیبت کے وقت آپکے کام آسکوں تو اس سے بڑھ کر مجھے اور کیا فخر ہو سکتا ہے؟"

**نوجوان:۔** میں ان عنایات کا ایک دفعہ اور شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری ظالم

آپ کو صرف یہ معلوم کرنے کی تکلیف گوارا کرنی ہوگی۔ کہ کوئی سرکاری حاکم قوم قصبہ میں وارد نہیں ہوا۔ مجھے توقع ہے کہ آپ کل یہاں تشریف لاکر مجھے اس امر سے ضرور مطلع فرمائینگی"

**مریم:** "میں بڑی خوشی سے اپنی دادی کے ساتھ بلکہ اس بات کی تحقیقات کرونگی اور کل اسے یہاں لاکر آپ کو اطلاع دونگی"

**نوجوان:** "اے پاک دل خاتون! تم نے تو غضب کردیا۔ اگر میرے یہاں آنے کی خبر آپ کے سوا کسی دوسرے کان پڑگئی تو بس سمجھ لو۔ کہ میری خیر نہیں۔ مہربانی کر ایسی مہلک غلطی نہ کر بیٹھنا"

معصوم مریم کے چہرے پر ندامت کے آثار نمودار ہوئے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی غلطی کی قائل ہوگئی ہے۔ غرض اس نے اقرار کیا کہ میں سب حال کی تحقیقات خفیہ کرونگی۔ مریم جب جھونپڑی میں داخل ہوئی تو اسکی پالنے والی ماں مسگریو جسے ابتک دادی سمجھے ہوئے تھی۔ اور حقیقت حال سے بیخبر تھی۔ موجود نہ تھی۔ اب مریم کو اس تازہ واقعہ محبت پر غور کرنے کا اچھا موقع ملا۔ وہ جوں جوں زیادہ غور کرتی تھی۔ نوجوان کی صورت اسکی آنکھوں میں کھنچتی جاتی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ سوئی تو خواب میں بھی اسے وہی دلفریب صورت دکھائی دیتی رہی۔

دوسرے دن شام کو مریم نے اپنے پیارے عشق گنج کی راہ لی۔ وہ جس وقت درختوں کے جھنڈ کے قریب پہونچی نوجوان ادھر سے نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ اسنے آتے ہی مریم کا ہاتھ پکڑکر بوسہ دیا۔ اس حرکت سے مریم کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ مگر غصہ سے نہیں۔ بلکہ فرط حیا و مسرت سے۔ اسنے نہ تو اس پیاری بیشنتی کا ہاتھ جھٹک دیا اور نہ ہاتھ کھینچا۔

**نوجوان:** "اے نازنین میں تمھاری قدم رنجہ فرمائی کا شکر کس زبان سے کروں اب تم مجھے بتاؤ۔ کہ تم میرے لئے کیا خبر لائی ہو؟"

**مریم:** "آپ کو تمام تفکرات دل سے دور کردینے چاہئیں کیونکہ جلفورڈ میں کوئی نیا حاکم ہفتہ بھر سے وارد نہیں ہوا"

**نوجوان:** "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب میں چند روز تک اس گاؤں میں ٹھہر سکونگا

اور یہ میری کتنی بدقسمتی تھی۔ اگر میں تمھارے جیسی نیک صورت اور نیک سیرت نازنین سے واقفیت پیدا کر کے جی بھر کر ملاقات نہ کر سکتا۔ ہائے تمھیں کیا معلوم ہے؟ کہ آج صبح سے شام تک میں نے تمھاری انتظار میں ایک ایک ثانیہ گن کر گذارا ہے۔ جب میں اس چاند سے مکھڑے پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجسم اُمید کی روشن تصویر میرے دماغ میں پھر جاتی ہے۔"

ان الفاظ سے مریم کے دل میں ایک ایسا جذبہ پیدا ہوا جو اس سے پہلے کبھی اسنے محسوس نہیں کیا تھا۔ نوجوان اس نازنین کے ہاتھ پر پے در پے بوسے دے رہا تھا اور وہ سرنگون خاموش کھڑی تھی۔ نوجوان سمجھ گیا کہ اسکی معشوقہ کے دل کی سادہ لوح پر حضرت عشق نے اپنا منتر خوب نقش کر دیا ہے

اب یہ سمجھ لینا مشکل نہیں ہے۔ کہ مریم نے اپنے عاشق سے پھر دوسرے دن ملنے کا اقرار کیا۔ اسطرح عاشق و معشوق برابر ایک مہینہ تک ہر روز بلاناغہ ملتے رہے۔ اس عرصہ میں نوجوان نے اپنا نام لارڈ رگینلڈ ڈینورز بتایا۔ اور کہا۔ کہ فلاں فلاں مقامات میں میرے عالیشان قلعے ہیں۔ اور بیقیاس دولت میرے قبضہ میں ہے۔ اس نے یہ بھی کہدیا۔ کہ اب ہی عتاب خود ہو گیا ہے۔ مریم کو ڈینورز کی صداقت پر یہانتک اعتبار تھا۔ کہ اگر آسمان سے فرشتہ بھی اُتر کر ڈینورز کے خلاف کہتا۔ تو وہ ہرگز باور نہ کرتی۔

آج ۱۵۳۲ع کا ماہ مئی ہے اور اسکی اٹھائیسویں تاریخ ہے۔ شام کا وقت ہے آفتاب کی سُنہری شعاعیں کسی مجرم کے چہرہ کی طرح زردی مائل ہونے لگیں۔ بارہ گھنٹہ کی ملاقات بھی آزردہ خاطر کر دیتی ہے۔ آفتاب نے اہل دُنیا سے مونھ موڑ لیا۔ اور اپنے مغربی گھر کی سمت میں جو دو نیچے ٹیلے کی اوٹ میں واقع ہے۔ آہستہ آہستہ کھسکنے لگا اے لو۔ مشرق میں شفق پھول گئی۔ آفتاب عالم افروز جو صبح کے وقت ایک دہکتا ہوا کُندن کا بڑا طشت تھا۔ نسبتاً اب صرف چھوٹی سی رکابی رہ گیا ہے ہاں ہاں یہ آسمانی خوان یغما رات کے وقت سیر فلک کو بھوک لگتے ہی واپس بلالیا جاتا ہے۔ اب بوڑھے میاں دستر خوان پر بیٹھے ہیں۔ گویا رات آنے والی ہے۔

پرندے شبانہ بسیرا کرنے کی فکر میں درختوں پر چہچہا رہے ہیں۔ اور حضرت انسان اپنے بنائے ہوئے مکانوں میں جہاں سے وہ صبح کو باری باری نکلے تھے۔ داخل ہو رہے ہیں۔ اس وقت ڈینورز اور اسکی جان نثار معشوقہ دریا جیسلمیر کے کنارے۔ کھڑے ہیں۔ مریم کے تصور میں ڈینورز کی وہی ملک فریب صورت پھر رہی ہے۔ جو اس نے پہلی دفعہ درختوں کے جھنڈ میں دیکھی تھی۔ بیشک نوجوان ڈینورز کا چہرہ اب بھی ویسا ہی دلفریب ہے۔ مگر اسکی آنکھیں نہایت خوفناک ہیں جن سے وقتاً فوقتاً بجلی سی گرتی ہیں۔ جو کہ اس خطرناک انسان کا خاصہ ہے اگر تاریکی نہ ہوتی تو مریم اپنے عاشق کی نگاہ سے دیکھ لیتی کہ وہ کیسا دلفریب مگر خوفناک نوجوان ہے۔

ڈینورز۔ "اے میری جان سوز یا دہ عزیز مریم میں تمھارا شکریہ کس طرح ادا کر سکتا ہوں؟ کل ہماری شادی کی رسوم باقاعدہ ادا ہونگی۔ مگر آج جیسا کہ ہماری خاندانی رسم ہے تمھیں میرے قلعہ میں جا کر ایک خاص مقام پر وفاداری کی حلف لینی ہوگی تم نے ازراہ عنایت یہ تکلیف بھی منظور فرمائی ہے۔ میں ان عنایات کے جواب میں سوائے اظہار شکریہ کے اور کیا کہہ سکتا ہوں؟"

مریم۔ "تم کیسے منکسر المزاج ہو۔ اور تمھارا طرز کلام کیسا شیریں ہے"۔

ان کے پاس ہی درخت سے دو سیاہ گھوڑے بندھے تھے۔ ڈینورز اور مریم ان پر سوار ہو گئے۔ اب گھوڑے پہلو بہ پہلو بجلی کی تیزی سے دوڑ رہے تھے مریم انکی تیز رفتاری پر حیران تھی۔ اور کسی قدر خائف بھی۔ مگر عاشق صادق کو ہمراہ دیکھ کر اسکی تسلی ہو گئی۔ دیواریں۔ دریا۔ نالے پہاڑ اور ٹیلے سایہ کی طرح سامنے آتے اور غائب ہو جاتے تھے۔ حتے کہ گھوڑے ایک عالیشان قلعہ کے سامنے آکر یک بیک ٹھہر گئے۔ ڈینورز نے مریم کو گھوڑے سے اتار کر چھاتی سے لگا لیا۔ اور وہ اس طلسمی کمرے میں جسکے خوفناک اسرار سے ہمارے ناظرین کسیقدر آگاہ ہیں۔ داخل ہوئے۔ گو مریم زرہ پوش سیاہ بتوں اور دروازہ کی عجیب حرکت

سے گھبرائی مگر عاشق کا منور چہرہ دیکھتے ہی اسکی یاس آس میں تبدیل ہوگئی - پریشانی کا تاریک بادل اسکے سامنے سے اُٹھ گیا - اور اسکی آئندہ زندگی اسے نہایت روشن معلوم دینے لگی -

# باب ——— ۲۱

## ڈینورز کا حشر

ناظرین مظلوم ڈورا کو بھولے نہیں ہونگے - وہی ڈورا جو لارڈ ڈینورز کی شرارت کا شکار ہوئی تھی - مگر اب گیارہ سال سے اسکا نام ڈورا کی بجائے لیڈی رینورز ہے - کیونکہ اسکی شادی سر ہیری رینورز گورنر قلعہ کارسبرگ سے ہو چکی ہے ہیری ڈورا کی خفیہ شادی اور گذشتہ اسرار سے ناواقف ہے اور وہ اس سے ایسی ہی محبت کرتا ہے جو ایک خوش قسمت چاہتی بیوی اپنے شوہر سے اُمید کرسکتی ہے -

آمدیم بر سر مطلب ۳۲ ۱۵ع کے ماہ مئی کی آخری تاریخ تھی - رات کے دس بج چکے تھے - لیڈی رینورز (ڈورا) اپنے قلعہ میں بیٹھی تھی - کہ یکایک اسکے دل میں بے چینی پیدا ہوئی جسکی لیڈی رینورز کو اس وقت کچھ وجہ معلوم نہ ہوئی - وہ دل بہلانے کے خیال سے باغ کی طرف روانہ ہوئی - مگر ابھی قلعہ سے نکلی ہی تھی - کہ ایک اجنبی نے اسکے قریب آکر مودبانہ سلام کیا - اور کہا " آج رات ایک معصوم لڑکی کو ڈینورز کے خوفناک پنجہ سے رہائی دلانی چاہیئے "

**لیڈی** - ڈینورز (ڈینورز کے نام سے ڈر کر) " خدا کے لئے صاف بات کہو تمہارا مطلب کیا ہے ؟ "

**اجنبی** " یہ معمہ میرے اور آپ کے لئے یکسان ہے - اور اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو مجھے اس وقت لیڈی رینورز سے جو کبھی ڈورا کے نام سے مشہور تھی ہمکلامی کا شرف حاصل ہے "

**لیڈی** " درست ہے - مگر آپکا اسم شریف - اور آپ کو یہاں کس نے بھیجا ہے "

**اجنبی** " میرا نام لارڈ سینٹ لوئیس ہے - اور مجھے ایک نامہ نے ظلم ذرا ایک

صلیب دکھاکر) دیکر بھیجا ہے۔ کہ میں اور آپ دونوں ملکر اس متبرک چیز
کی مدد سے ایک بیگناہ عورت کو ڈینورز کے خطرناک پنجہ سے بچائیں۔ ڈینورز
اس سے بیشتر پانچ پاکرہ عورتیں شیطان کی بھینٹ چڑھا چکا ہے۔ اور آج بدنصیب
چھٹی عورت کی باری ہے۔ کیا تم مدد کروگی؟"

لیڈی:" ضرور! مجھے ضرور مدد کرنی چاہیئے۔"

لوئیس:" ڈینورز کا خوفناک قلعہ یہاں سے بالکل قریب ہے جسمیں جاکر
وہ سادہ لوح عورتوں کی روح شیطان کی نذر کیا کرتا ہے۔ کیا تمہارا گھوڑا
اس وقت تمہارے ہمراہ ہے؟"

لوئیس نے ایک درخت سے اپنا گھوڑا کھولا۔ لوئیس آگے بیٹھا۔ اور لیڈی
رینورز اسکے پیچھے۔ اب یہ دونوں گویا ڈینورز کا طلسم توڑنے کے ارادہ سے
روانہ ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر میں سبک رفتار گھوڑا خوفناک قلعہ کے سامنے
جا کھڑا ہوا۔ لوئیس نے پاک صلیب لیڈی رینورز کو دی جسے لینے سے پہلے مرتبہ دیکھتے
ہی ایک عجیب قسم کی جرأت اسکے دل میں پیدا ہوگئی۔ اب وہ دونوں قلعہ کی
طرف بڑھے۔ لیڈی رینورز نے صلیب سے دروازہ چھوا ہی تھا کہ وہ خودبخود کھل گیا۔
عورت آگے تھی اور مرد اسکے پیچھے۔ کیونکہ اول الذکر اس پرخطرناک مکان کے
رستہ سے آگاہ تھی۔ بڑے کمرے سے گذر کر وہ زینہ کے قریب پہونچے۔ لیڈی
رینورز کا ہمراہی اُن پراسرار بتوں کی صورت سے گھبرایا۔ اور جنات کی
خیالی تصاویر اسکے دماغ میں آنے لگیں۔ مگر اپنے ہمراہی کا استقلال دیکھ کر وہ
چپ چاپ اسکے ساتھ چلتا گیا۔ آخر میں یہ دونوں اُس خوفناک کمرے کے دروازہ
پر جا پہونچے۔ جسکو ایک نظر دیکھنے سے ہی مارے خوف کے فانی انسان کا کلیجہ پھٹ
جاتا ہے مگر پاک صلیب کی مدد سے لیڈی رینورز اور لارڈ لوئیس کے اوسان
بجا تھے۔ اگرچہ دروازہ اندر سے بڑی مضبوطی سے بند تھا۔ اور اس طلسمی گنبد
کی کارروائی نظر نہیں آتی تھی۔ مگر دو مختلف آوازوں سے انکو معلوم ہوگیا کہ

آ گیا ہے؟" ان الفاظ کے ساتھ ہی لیڈی زینورز کے بحر دل میں محبت اور ہمدردی کی ایک لہر اٹھی۔ اور اس لہر کے چند قطرے اسکی آنکھوں کی راہ سے نکلکر اسکے رخساروں پر بہنے لگے۔

**ڈینورز۔** (اس حسرت کے لہجہ میں جسے شیکسپیر اور کالی داس کے لفظ بھی ظاہر نہیں کر سکتے) "ہاں۔ اے پیاری ڈورا میری مہربان ڈورا۔ میرے جہنم رسید ہونے میں اب صرف ایک گھنٹہ کی مہلت باقی ہے۔ سو چونکہ ایک گھنٹہ کیس قدر تھوڑا وقت ہے! یاس نے میرے جسم میں آگ پھونک دی ہے اور اس وقت میرے دل میں حسرت و ناامیدی کا اتنا بڑا انبار ہے جو آج تک کسی فانی انسان کے چھوٹے سے دل میں جمع نہیں ہوا۔ میری روح آنے والے خطرے سے تھرا رہی ہے۔ اور نہیں نہیں روح کے خیال سے ہی جی اداغ چکرا رہا ہے۔ کیونکہ وہ روح ابھی شیطان کے ناپاک ندبح میں ہمیشہ کے لئے پھینث ہوجائیگی۔ ہائے اسقدر ناامیدی۔ دوزخ کی آوازیں میرے کان میں آرہی ہیں۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز میرے دل کو کسی ایسی سمت میں کھینچ رہی ہے۔ جو سخت تیز اور آگ سے بھی زیادہ گرم ہے۔"

یہ کہہ کر ڈینورز معاً ٹھہر گیا۔ اور چونکتا ہوکر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

**ڈینورز۔** "اے لو وہ کیا ہے؟ ڈورا کیا وہ بوڑھی عورتیں جو دیوار اور چھت پر کھڑی ہوئی میری طرف گھور رہی ہیں تمھیں بھی دکھائی دیتی ہیں؟"

**لیڈی۔** "نہیں۔"

**ڈینورز۔** "تو اب میرے بچنے کی ذرا امید نہیں شیطان آرہا ہے۔"

ڈینورز کا جسم کانپنے لگا۔ گویا اسے کسی غیبی طاقت نے آکر جکڑ دیا تھا۔

**لیڈی۔** "اسکی جناب سے ناامید نہ ہو۔ صلیب دکھاکر یہ تمھیں بچا لیگی۔"

**ڈینورز۔** "نہیں ڈورا۔ میرے گناہ اس قابل نہیں ہیں کہ معاف کئے جائیں۔ آدھی رات میں صرف یا ڈگھنٹہ باقی ہے اور تم ابھی ایک ہولناک نظارہ دیکھوگی

مگر تم نہایت خوش ہو گی کہ اس صلیب کی مدد سے تمہارے ذریعہ سے پانچ معصوم لڑکیوں کی روحیں پنجہ شیطان سے رہائی پائینگی - اس وقت ایک گنہگار انسان کو اسکے گناہوں کی سزا ملیگی شائد تمہارا نیک دل اسکی حالت زار پر رحم کرے گا - اور تم رحم کر کے اسکی شرارتیں معاف کر دو گی -

ڈینورز - "کیا تم نے مجھے معاف کر دیا ہے ؟"

لیڈی - "ہاں میں نے معاف کر دیا"

ڈینورز - "لو اب وہ قصہ سنو - جو آج تک کسی زبان نے نہیں کہا - اور کسی کان نے نہیں سنا - ہائے مصیبت - بے پایان سمندر - جس کی نہ تھاہ ہے نہ انتہا - میرا ذلیل جسم ہمیشہ کی تہ میں پھینکا جانے لگا ہے - وہ سمندر آگ ہے اور اسکی گرمی ابھی سے مجھے محسوس ہو رہی ہے - کاش کہ میں پیدا نہ ہوتا - اور اگر میں نے اپنے ناپاک جسم سے اس زمین کو آلودہ کیا تھا تو اس سے بہتر تھا کہ میں زندہ ہی دفن کر دیا جاتا - سنہ ۱۳۹۷ء میں ایک بچہ جسکی قسمت شب تیرہ و تاریک کی طرح سیاہ واقع ہوئی تھی - پیدا ہوا - وہ لعنتی لڑکا جب پچیس سال کا جوان ہوا تو اس نے بنی نوع انسان کے دشمن شیطان ملعون سے ایک خوفناک معاہدہ کیا - میں اب اس معاہدہ کو بالتفصیل بیان کر کے تمہیں ڈرانا نہیں چاہتا - اسکی شرائط کا لب لباب یہ تھا - کہ مجھکو ڈیڑھ سو سال کی مہلت دیجائے - اسمیں مجھے دائمی شباب اور روپیہ کثیر حاصل ہو - اور میں جو صورت چاہوں فوراً اختیار کر لوں - اور جہاں چاہوں پہونچ جاؤں اسکے معاوضہ میں میرا اقرار یہ تھا - کہ میں شیطان کو چھ باکرہ عورتیں جو مجھے اپنا جسم و روح نذر کر دینے کا وعدہ کریں بھینٹ دونگا - اس معاہدہ کی آخری شرط یہ تھی کہ اگر میں اس عرصہ میں اپنا عہد ایفا کروں تو شیطان کو مجھ سے کچھ سروکار نہ ہوگا - ورنہ میری روح ہمیشہ کے لئے اسکے قبضہ میں ہوگی - اس وقت میں نے شیطان سے کچھ اور بھی رعایات مانگی تھیں منجملہ انکے

بدعا ہوئی۔ اتنے میں رونے چلانے کی آوازیں بند ہو گئیں۔ اور کمرہ میں سناٹا ہو گیا۔
لیڈی رینورز کو ڈینورز کی ہدایت انگوٹھیوں کے متعلق یاد آئی
اور اُس نے صلیب سے انگوٹھیوں کو چھوا۔ اُسی وقت تاریکی کم ہونی شروع
ہوئی اور آہستہ آہستہ اس روشنی میں ایک سفید بادل پیدا ہو گیا جسمیں پانچ
نورانی صورتیں بیٹھی ہوئیں لیڈی رینورز کو دیکھ دیکھ کر مسکراتی اور اپنی
شادمان نگاہوں سے شکر گذاری کرتی تھیں۔ وہ بادل معہ اپنی پانچ پاک عورتوں
کے بلند ہونا شروع ہوا۔ حتےٰ کہ چھت سے پار نکل گیا۔ اور کمرے میں معمولی
روشنی رہ گئی۔ لوئیس نے لیڈی سے ڈینورز کے متعلق سوال کئے۔ مگر وہ اس
وقت اسقدر خوف زدہ تھی کہ کسی سوال کا جواب دے سکی۔ قلوسے باہر آکر
اُس نے اپنے سبک رفتار گھوڑوں کے لئے اِدھر اُدھر نگاہ ڈالی۔ مگر وہ کہاں؟
شیطانی طلسم کے ٹوٹتے ہی وہ خیالی گھوڑے بھی غائب ہو گئے تھے۔
اب ہم لوئیس۔ لیڈی رینورز اور اسکی لڑکی مریم کو قلو کارسبرگ کی طرف
پا پیادہ جاتے دیکھتے ہیں۔ لوئیس نے اپنے بزرگوں کی قسم پوری کی وہ بشاش
تھا۔ مگر لیڈی رینورز کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ کیونکہ بار بار اسکی آنکھوں کے
سامنے گذشتہ ہولناک نظارے آتے تھے۔ اس نے گھر جا کر اپنے شوہر سرہربرٹ
رینورز سے ڈینورز کی مفصل سرگذشت کہی۔ جسے سُنکر اس نے مریم کو گلے لگا لیا
اور کہا "ہماری کوئی اولاد نہ تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں بھی اس
نعمت سے سرفراز فرمایا۔ مریم میری بیٹی ہے"۔
سرہربرٹ رینورز اور اسکی بیوی۔ ڈورا بڑے امن سے زندگی بسر کرتے رہے
مگر کبھی کبھی ایک سوال ڈورا کے دل میں پیدا ہو کر اسے بےچین کر دیا کرتا تھا۔
وہ سوال یہ تھا " خدا جانے اُسکا کیا حشر ہوا"
اس سے اسکی مراد ڈینورز تھی۔

**تمام شد**